تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اسم پاک احمدؐ کی لاج

اگر آج ہم اس بڑے "امین" کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ہم میں خیانت و بددیانتی کا گزر نہ ہوتا۔ اگر آج ہم اس "رؤف ورحیم" کے پیرو ہوتے، تو ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی جانب سے بے اعتمادی و بدگمانی نہ ہوتی، اگر آج ہم نے اس غار حرا کے بیٹھنے والے کے آثار مبارک کو اپنا سرمۂ چشم بنایا ہوتا تو ہمارے باطن میں کسی قسم کی گندگی باقی نہ رہ جاتی۔ اگر آج ہم فاتح بدر کی عظمت دل سے کرنے والے ہوتے تو مخالفین کے مقابلہ میں ہمیں شکستیں نصیب نہ ہوتیں۔ اگر آج ہم رحمۃ للعالمین کے پیام پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہوتے، تو اپنی جیسی مخلوقات کے ساتھ ہمیں بے گانگی و مخالفت نہ ہوتی۔ اگر آج اپنے سچ بولنے والے اور سچ کے برتنے والے ہی کے طریقہ پر ہم قائم ہوتے، تو جھوٹ کا ہماری آبادیوں میں نام و نشان ہی نہ ہوتا۔ اگر آج ہم کو اسم پاک احمدؐ کی لاج ہوتی تو اللہ کی حمد و ثنا سے ہمیں اس قدر گریز نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسم گرامی محمدؐ سے عملاً کوئی واسطہ ہوتا، تو اپنی موجودہ پستی و بدنامی سے یہ مراحل دور ہوتے۔ آج دنیا کی سب سے بڑی شامت یہی ہے کہ اس نے سب سے زیادہ کامل و مکمل نمونہ کی طرف سے قطع نظر کرلی۔ غیروں کا ذکر نہیں، خود ہم کلمہ گویان اسلام کی بدبختی یہی ہے کہ ہم نے آفتاب ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کرکے اپنے تئیں یا تو اندھیرے میں ڈال رکھا ہے، اور یا اگر روشنی کی طلب ہے بھی تو ٹمٹماتے ہوئے چراغوں اور لالٹینوں پر قناعت ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ ستر روپے | ۱۰ مئی ۱۹۹۶ء

Regd No. LW/NP56
Fax No. : (0522) 380570

Principal : 372336
Guest House : 323864 Ext. 26

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs-5/-

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
CHOWK, LUCKNOW-3

فون:- 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTo METER AR-860

فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بادر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر قبا کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یوپی

۷۹۲۲
۱۴۳۷۸۹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۱۰ر مئی ۱۹۹۶ء - مطابق - ۲ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ | شمارہ نمبر ۱۳

زیر نگرانی:
مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی (ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر سید عبداللہ عباس حسنی ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:
شمس الحق ندوی
مجلس ادارت:
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبدالرشید حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک:
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک:
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر ہفتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر و پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیرِ حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

تاثراتِ زائرِ حرم

قمر رام نگری

ہم مدینے سے آ تو گئے ہیں، اپنی تسکیں کا سامان وہیں رہ گیا
جان وہیں رہ گئی، دل وہیں رہ گیا دل میں جو کچھ تھا ارمان وہیں رہ گیا

رشکِ خلد بریں وہ ببولوں کا بن، وہ کھجوروں کا آنکھوں میں بستا چمن
سرزمینِ مدینہ کی وہ انجمن، وہ فلک نور افشاں وہیں رہ گیا

جس میں کھلتی ہے افسردہ دل کی کلی دیکھ کر جس کو ہوتی ہیں آنکھیں ہری
عطر میں ہے بسی جس کی ہر ہر کلی، وہ چمن وہ گلستاں وہیں رہ گیا

پیارے آقا کی مسجد کا پیارا سماں، موجزن نور و نکہت ہے ہر سو جہاں
جن پہ قربان ہیں خلد کے گلستاں، در و دل کا وہ درماں وہیں رہ گیا

تیرے نوری بچھائی نوری گھٹا، رقص کرتی ہوئی موجِ بادِ صبا!
خوشبوؤں میں بسی بھینی بھینی فضا، ابرِ رحمت بدامال وہیں رہ گیا

وہ سنہری سنہری حسیں جالیاں جیسے حوروں کے کانوں کی ہوں بالیاں
بر گنبد کے اوپر وہ جلوہ نشاں، فقط ماہِ تاباں وہیں رہ گیا

دیکھنے کی جسے کب سے تھی آرزو، جس کی رہتی تھی خوابوں میں بھی جستجو
روضۂ احمد مصطفےٰ مشکبو، مرکزِ دین و ایماں وہیں رہ گیا

ایسی قسمت کسی کی بھلا ہو کہاں، ہو نصیب ان کو دوبارہ پھر دیکھنا
بارگاہِ نبوت، وہ غارِ حرا، جس میں اترا تھا قرآں وہیں رہ گیا

دفن ہیں جس میں کتنے ہی لعل و گہر، وہ شہیدانِ راہِ خدا نامور
حضرتِ حمزہؓ بھی جس میں ہیں جلوہ گر، ہاں احد کا وہ میداں وہیں رہ گیا

وہ مقامِ ابراہیمؑ و مروہ صفا، کوہِ فاران و عرفات و خلدِ بقیع !!
ساری دنیا میں جس سے ہوئی روشنی کوہِ نورِ یزداں وہیں رہ گیا

کیا کہوں آہ میں کیسا منظر تھا وہ نور کا موجزن اک سمندر تھا وہ
دیکھا کعبہ میں جو کچھ بتاؤں میں کیا، بن کے میں چشمِ حیراں وہیں رہ گیا

آ گیا ہوں جو واپس تو خیر البشرؐ! دل یہ کہتا ہے مجھ سے کہ سن اے قمرؔ
بند میں لوٹ کر جا تجھ کو آنا نہ تھا، کیوں نہ اے مرد ناداں وہیں رہ گیا

دعاء

ڈاکٹر عبدالباری

اس عالمِ ظلمت میں جلوہ کوئی دکھلا دے
ایماں کی حرارت سے اب روح کو گرما دے
دامانِ دلِ بلبل بھی ہم سے نہ ہو پوشیدہ
کلیوں کا چٹکنا بھی سن جائیں دلِ ایسا دے
مجبور مسلماں کو منت کشِ یزداں کر
دے خوفِ خداوندی میں فہمِ ید بیضا دے
معمور ہیں نفرت کے شعلوں سے جو دل ان کو
"وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے"
ہر نخلِ تمنا کو چومے یہ صبا آ کر
وہ سوز و شورِ روحانی، وہ شوقِ تمنا دے
کوثر کو سکوں یارب آئے نہ کبھی کل بھی
وہ ذوقِ محبت دے وہ دل بھی تڑپتا دے

شرائط ایجنسی

رسالہ سہ ماہی کاروانِ ادب

۱۔ پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی جاری نہیں ہوتی۔
۲۔ فی رسالہ ۱۵/ روپے کے حساب سے زرِ ضمانت پیشگی روانہ کریں جو ایجنسی ختم ہونے پر واپس کر دی جائے گی یا بل سے رقم وضع کر دی جائے گی۔
۳۔ بل کی ادائیگی ہر ماہ ضروری ہے
۴۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا
۵۔ رجسٹری دیکھنے پر رجسٹری خرچ بذمہ ایجنٹ ہوگا۔
۶۔ کمیشن پرچوں پر ۲۵ فیصد، ۲۰ رسالوں تک ۳۱ رسالوں سے زائد تک ۳۳⅓ فیصد دیا جائے گا۔

خط و کتابت، زرِ ضمانت اور منی آرڈر روانہ کرنے کا پتہ

MANAGER
KARWANE ADAB
Po. Box. No ——— 93
NADWA- LUCKNOW-226007

اس شمارے میں

۱۔	تاثرات زائرِ حرم	قمر رام نگری	۲
۲۔	دعا	کوثر مظہری	″
۳۔	منیٰ کا حادثہ (اداریہ)	ع ۔ ع ۔ ن	۵
۴۔	مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی وفات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۵۔	اسلامی بیداری	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
۶۔	صحابہ کرامؓ کا کردار	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۳
۷۔	سیدنا حسینؓ سے محبت و عقیدت	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۱۸
۸۔	کاروان زندگی، ایک مطالعہ	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۰
۹۔	علمائے ہند کی خدمات	مولانا برہان الدین سنبھلی	۲۳
۱۰۔	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۶
۱۱۔	مشہور داعی کی وفات	مولانا ندر الحفیظ ندوی	۲۷
۱۲۔	ایک عیسائی کا قبول اسلام	مسعود حسن حسنی	۲۸
۱۳۔	مطالعہ کی میز پر	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۲۹
۱۴۔	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالمی فی سینٹی میٹر R.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

منیٰ کا حادثہ

بہت دردناک حادثہ تھا، اس خاندان پر کیا گذری ہوگی جس کا کوئی فرد اس حادثہ کا شکار ہوا ہوگا۔ اس کی سنگینی کا اندازہ وہی کرسکتے ہیں جن پر یہ افتاد پڑی ہے، اور ان حجاج پر کیا گذری ہوگی جو احرام میں ملبوس لبیک اللھم لبیک کی رٹ لگاتے ہوئے یکایک بے سان و گمان اچانک شعلوں کی لپیٹ میں آگئے ہوں گے، اللہ کی ذات غنی اور بے نیاز ہے، ہم سب اس کے حکم کے تابع، اس کی رضا پر راضی اور اس کی مشیت کے آگے سربسجود ہیں، ہمارے دل ہل گئے، آنکھیں اشکبار ہوگئیں مگر زبان سے وہی کہا اور کہیں گے جس سے اللہ راضی رہے، اور اس کی رحمتوں پر یقین رکھتے ہوئے دعا کرتے رہیں گے کہ اللہ ان شہیدان راہ وفا و طاعت پر جہنم کی آگ حرام کردے۔ دنیا کی آگ نے جسم کو جھلسا دیا، روح پرواز کرگئی جسم ساکن و ساکت ہوگیا، اب زبان کو درد و الم کا شکوہ ہے اور نہ زخموں میں جلن اور تپش ہے، جو گزرنا تھا ایک لمحہ میں گزر گیا مگر قیامت کی آگ جس سے انشاء اللہ ان کو نجات کا پروانہ مل گیا اس کی سنگینی کو بیان کرنے کے لئے نہ تو انسانی زبان میں طاقت ہے اور نہ دل و دماغ میں اس کی اذیت کا اندازہ کرنے کی صلاحیت، وہ آگ جو ہمیشہ دہکتی رہے گی، جسم کو ہر آن جلاتی اور روح کو تڑپاتی رہے گی جس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا، جسم کی کھال جب پک کر ہڈیوں سے جدا ہونے لگے گی تو دوسری کھال اس کو پہنا دی جائے گی، ہڈیاں پگھل پگھل کر بہنے لگیں گی تو دوسری ہڈیاں ان کی جگہ لے لیں گی، ہر آن جلنے بھننے کا سلسلہ جاری، اور جلنے کی سوزش بدستور قائم، "کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ" (سورۂ نساء - ۵۵) (جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ (مسلسل) عذاب بھگتتے رہیں۔)

اگر ایسے سخت ترین عذاب سے نجات ایک لمحے دو لمحے میں ختم ہوجانے والی اذیت کے بدلہ میں مل جائے تو اہل ایمان کے لئے بشارت ہے، ذکر تو انھیں لوگوں کا ہے جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، دنیا کو حیات دو روزہ سمجھتے ہیں، ان کا قرآن کے وعد و وعید پر ایمان ہے، اور جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور ان کے ارشادات پر یقین رکھتے ہیں، اور جن کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ" (آل عمران ۱۸۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے روز تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا۔ اور دنیوی زندگی تو کچھ نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔

اور جہاں تک اچانک اور اجتماعی موت کا قصہ ہے وہ اس آسمان کے نیچے کوئی انوکھا یا نایاب واقعہ نہیں ہے، یہی حج کا سفر ہے اس میں بارہا ایسے واقعات پیش آچکے ہیں، ایک زمانہ میں قافلے کے قافلے لوٹ لئے جایا کرتے تھے، کتنی بادبانی کشتیاں غرق ہوچکی ہیں، جنگ عظیم اول کے زمانہ میں تو پورا بحری جہاز غرق کردیا گیا تھا، پھر بھی حج کو جانے والے جاتے ہی رہے، اس تازہ المیہ سے پندرہ سال پہلے اسی طرح کی آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک مرتبہ پل کے گر جانے سے حجاج کی بڑی تعداد ختم ہوگئی تھی، اور حج پر کیا موقوف اچانک حوادث سے کس ملک کے لوگ اور کس زمانہ میں محفوظ رہے ہیں، اسی حادثۂ منیٰ کے بعد منیلا (فلپائن) میں ایک ہوٹل میں آگ لگی اور چار سو انسان بھسم ہوکر

رہ گئے، سیلاب میں غرق ہو کر زلزلوں میں دھنس کر، آتشزدگیوں میں جل کر مرنے والوں کی تعداد شمار کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا، زلزلہ، سیلاب، آتشزدگی کے علاوہ بھی اچانک دردناک موت کا اجتماعی سامنا بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ۱۹۸۴ء میں (دوسری اور تیسری دسمبر کی درمیانی رات کو) بھوپال میں جو گیس کا المیہ پیش آیا تھا وہ ایک قیامت کا عالم تھا، گیس کے نکلنے کے بعد اس شب کا جو منظر تھا اس کا ہلکا سا خاکہ ان سطور میں ملتا ہے جو نقوش بھوپال نامی مجموعۂ مضامین میں شگفتہ فرحت کے مضمون سے نقل کیا جا رہا ہے۔

"اس شب بچے، بوڑھا، جوان دنیا کی سب سے بڑی موت کی بس میں شریک تھا اور فضا میں بھاگو بھاگو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں لوگ مرنا شروع ہو گئے تھے بچے مر رہے رہے تھے، بوڑھے مر رہے تھے، جوان مر رہے تھے، جوان عورتیں، چرند پرند کو موت کی گرفت سے باہر نہیں تھا، زہریلی گیس کی زد میں جو آیا وہ ابدی نیند سو گیا۔ ہر طرف لاشوں کے ڈھیر، ایسی لاشیں جیسے گیہوں کے بورے ایک کے اوپر ایک لگا دیئے گئے ہوں۔ ماں مر گئی، بچہ گود میں مر گیا، اور اس قدر جلدی ہوا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا... تمام زندہ لوگ "آدمی" سے "انسان" بن گئے تھے۔ علماء نے ایک ایک قبر میں کئی کئی لاشیں رکھنے کا فتویٰ دیدیا، اور پنڈتوں نے چتا میں دس دس لاشوں کے جلانے کا آدیش دیدیا، حمیدیہ اسپتال میں ہر منٹ پر موت کا ایک تابوت اسٹریچر پر آ رہا تھا، انھوں نے بتایا کہ اس موقع پر میں نے بھی ۵ر۶ گھنٹے لگ کر لاشوں کو اٹھایا، ان کی تقسیم شناخت میں حصہ لیا۔ جو لوگ پہچان لئے جاتے ان کی لاشیں دیدی جاتی تھیں، لاتعداد انسانوں کو ٹرکوں میں بھر کر دریا میں ڈال دیا گیا۔

مائجسٹریٹ گارجین نے اپنی سروے رپورٹ ۱۸ ہزار اموات کا اندازہ لگایا ہے جب کہ ۱۰ ہزار کا تو عام لوگوں کو اندازہ ہے۔"

یہ تو بارہ تیرہ سال پرانا حادثہ تھا، ابھی دو سال پہلے ۲۰ اگست ۱۹۹۵ء کی رات کو ۳ بجکر ۵۲ منٹ پر فیروز آباد اسٹیشن پر ریلوے کا ایک سنگین حادثہ پیش آیا، پوربی سے دہلی آنے والی پرشوتم ایکسپریس نے جو ستو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی، کھڑی ہوئی کالندی ایکسپریس کو پیچھے سے ٹکر مار دی، یہ ٹکر اتنی شدید تھی کہ دونوں ٹرینوں کی بوگیاں ایک دوسرے میں گھس گئیں اور کئی بوگیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں ہلاک شدگان کی تعداد چار سو سے زیادہ بتائی گئی جن میں ۶۸ فوجی بھی شامل تھے (یہ تعداد "سرکاری" ہے...؟) یہ اسٹیشن کے "سوچ مین" کی غفلت اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا نتیجہ تھا۔ "ٹائمس آف انڈیا" مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۵ء نے اس دردناک واقعہ کا دوسرا رخ بھی دکھایا۔

"جب لوگوں کی اکثریت وہاں سے نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی پولیس والے زخمیوں اور مردوں کے قیمتی سامان اور زیورات کھسوٹنے میں مشغول تھے۔"

منٹی میں جو حادثہ پیش آیا وہ ان حوادث کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اور ابھی چند ماہ پہلے دادری (ہریانہ) کی فضا میں جو دو جہازوں کے ٹکرانے سے المیہ پیش آیا، جس کی تحقیقات جاری ہیں اور اکثر ماہرین کا رجحان یہی ہے کہ دلی کنٹرولر کے غلط سگنل کا نتیجہ تھا۔ اس میں تقریباً چار سو انسانی نفوس جاں بحق ہو گئے۔

لیکن ان خبروں پر تبصرہ کرتے وقت اور ان کا فنی تجزیہ پیش کرنے میں یوروپین اور غیر مسلم اخبارات کا رویہ کچھ اور ہوتا ہے اور مقامات حج پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو یوروپین پریس کا رویہ اور نقطۂ نگاہ دوسرا ہوتا ہے، وہ دکھاتے ہیں کہ حج کا سفر مخدوش ہو چکا ہے۔ حالانکہ فیروز آباد کے ریلوے حادثہ کے بعد کسی نے نہیں کہا کہ اب ریل پر سفر مخدوش ہو گیا ہے۔ دہلی ایر پورٹ سے فضائی آمد و رفت خطرناک ہو چکی ہے کیونکہ یہاں کے راڈار اور کنٹرولر ناقص ہیں۔ مگر منٰی کا المیہ اس طرح پیش کیا جا رہا ہے جیسے سعودی عرب نے کوئی قصور کیا ہے۔ حالانکہ سعودی حکومت نے انتظامات کر رکھے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی دنیا کا کوئی ملک نہیں پیش کر سکتا وہاں مرنے والے حجاج کا سامان ان کی مالیت پائی پائی محفوظ رکھی گئی، زخمیوں کا علاج جس طرح اعلیٰ پیمانے پر ہوا اس کا تصور بھی کہیں اور نہیں کیا جا سکتا۔

۱۸ اپریل کو دلی ریڈیو سے اردو میں خبرنامہ سن رہا تھا۔ خبروں کے بعد خبروں پر تبصرہ بھی نشر ہوتا ہے، اس روز تبصرہ نگار اسی واقعہ کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ اس تبصرہ میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ کشمیر کے معاملہ میں سعودی عرب کا جھکاؤ پاکستان کی طرف ہے۔

آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ حادثہ کی خبر دینے والے اس پر تبصرہ کرنے والے انسانی المیہ پر اظہار ہمدردی کرنے والے اپنے ذہن میں کتنے معیار اور کیسے کیسے مقاصد رکھتے ہیں۔ اس حادثہ پر یوروپین اور غیر مسلم پریس کا رجحان اس طرف رہا کہ مسلمانوں کو باور کرانا چاہئے کہ حج کا سفر ایک خطرناک سفر ہے۔

باقی ص ۲۵ پر

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

ایک بڑا ملّی سانحہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۹۷ء کو بعد نماز مغرب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ہونے والے تعزیتی جلسہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جن کا مولانا مرحوم سے چالیس پچاس سال کی طویل مدت تک ساتھ رہا اور اکثر دینی و دعوتی کاموں میں دونوں حضرات شریک رہے تقریر فرماتے ہوئے مولانا کی زندگی کا سراپا پیش فرمادیا، جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

حمد و ثناء کے بعد

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

شرکائے مجلس، برادران عزیز اور رفقائے عزیز!

میرے لئے اس وقت بڑی آزمائش کی بات ہے کہ میں اپنے رفیق مخلص، رفیق فاضل، رفیق مکرم، محبوب رفیق اور رفیق رفاقت طویلہ بلکہ رفاقتِ اطول حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ پہلی مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا پڑ رہا ہے بلکہ کہنا ضروری ہے۔ کے متعلق کچھ عرض کروں، یوں تو تعلقات اور روابط کی کثرت، واقفیت کے وسیع میدان اور دینی خدمت کے مختلف انواع و اقسام سے تعلق اور ربط ہونے کی وجہ سے مجھے بارہا یہ ناخوشگوار فریضہ انجام دینا پڑا ہے اور ہندوستان ہی نہیں مشاہیر عالم اسلامی اور مشاہیر مصلحین اور اہل کمال کے بارے میں اپنے مشاہدات و تاثرات اور ان کے فضل و کمال کا اظہار کیا ہے، لیکن اس وقت جو مجھے آزمائش پیش آ رہی ہے اور اس سلسلہ میں جو مجاہدہ کرنا ہے اس کو میں بھی جانتا ہوں۔ اس کی خاص طور پر دو وجہیں ہیں۔

ایک تو مولانا کا فضل و کمال، ملت اسلامیہ پر ان کے حقوق و احسانات اور دوسرے میرا وسیع تعلق، یکجا زندگی گذارنا، یکجا رہنا، اس کی مدت تقریباً نصف صدی ہے۔ اس سب کی وجہ سے مجھے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کا اندیشہ ہے، اس کے ساتھ ان دقتوں اور ذمہ داریوں کا احساس بھی ہے جو مجھے متفکر بنائے ہوئے ہے، میں جو کچھ کہوں گا وہ ان کے حق کی ادائیگی نہیں ہوگی بلکہ اپنے فرض کی ادائیگی ہوگی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ فرض کی ادائیگی بڑی مشکل ہوتی ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مولانا ان راسخین فی العلم میں تھے جن کی مثال نہیں ملتی، خصوصاً اس علمی انحطاط اور ذہنی انتشار، تحریکوں کی کثرت، مشغولیتوں کی فراوانی اور ان کا تنوع اتنا ہے کہ علم میں رسوخ حاصل کرنا بڑا مشکل ہو گیا ہے، لیکن جو لوگ مولانا سے اجمالی واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کریں گے کہ مولانا ہندوستان کے ان منتخب اور مختصر مگر ممتاز علماء میں شامل تھے جنھیں علوم اسلامیہ میں رسوخ حاصل تھا۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے۔ وسعت معلومات، وسعت مطالعہ، تصنیف و تالیف کی صلاحیت، یہ سب چیزیں بہت عام اور کثرت سے پائی جاتی ہیں، لیکن علمی رسوخ یہ بہت اونچی بات ہے، اور ایک خاص امتیاز ہے، میں خدا کے گھر میں بیٹھ کر اس کی شہادت دیتا ہوں کہ مولانا کو حدیث میں، تفسیر میں، علم کلام میں، اور فرق محرفہ و منحرفہ کے بارے میں جو وسیع معلومات تھیں، ان سے جو غیر معمولی واقفیت اور ان کی کمزوریوں اور ان سے پیدا ہونے والے خطرات کا جتنا صحیح اندازہ ان کو تھا وہ ہندوستان کے مشاہیر علماء کو بھی حاصل نہیں، جن لوگوں نے ان سے ترمذی شریف پڑھی ہے وہ یہاں موجود ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے پھر ان کی جو کتابیں ہیں وہ بتاتی ہیں کہ ان کو علم میں کتنا رسوخ حاصل تھا، پھر زمانہ کی نبض شناسی، نئی نسلوں کی ضرورت اور ان کی نفسیات اور تقاضوں سے گہری واقفیت اور ان کے ذہنوں کی گہرائیوں تک پہونچنا اور ان کو متاثر کرنا یہ اپنی جگہ پر ایک کمال ہے، اس کے ساتھ علم میں رسوخ اور اس کو پیش کرنے کے لئے صلاحیت، انتخاب کی صلاحیت، ذہنوں کی رعایت، یہ ایک خاص چیز ہے، جن لوگوں نے مولانا کی کتابیں پڑھی ہیں، خاص طور پر ان کی کتاب معارف الحدیث جو اس مسجد میں عصر بعد سنائی جاتی ہے۔ کم از کم اردو لٹریچر میں یہ بے نظیر کتاب ہے، جس طرح حدیث و سنت کو پیش کیا گیا ہے، جس طرح اس سے سبق لینے اور احادیث کے مختلف پہلوؤں اور مخفی گوشوں کو ابھارا گیا ہے وہ بے مثال ہے۔ ان کی عام فہم اور مقبول عام کتاب "اسلام کیا ہے؟" "آپ حج کیسے کریں" "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" "دین و شریعت" وغیرہ۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو ممتاز ہی نہیں بلکہ منفرد ہیں، اپنے مقصد، حسن انتخاب، حسن تعبیر، حسن بیان و حسن تفہیم اور ذہنوں کی

رعایت کی بنا پر اس کو توفیقِ الٰہی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

مولانا نے دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ جیسے حضرات سے تعلیم حاصل کی تھی اس لئے ان کو علم میں بڑا رسوخ اور کمال حاصل تھا۔ ان کا یہ رسوخ آخر عمر تک باقی رہا، ہمارے مشاہدے اور علم میں یہ بات ہے کہ بعض حضرات کو ابتدائی دور میں رسوخ فی العلم حاصل ہوتا ہے لیکن جوں جوں ان کی مشغولیتیں بڑھتی جاتی ہیں، زندگی کے تقاضے، راحت و آرام اور خانگی زندگی کے مطالبات بڑھتے ہیں، دینی وملی اور سیاسی جد وجہد میں حصہ لینا پڑتا ہے ان سے متاثر ہو کر بلکہ ان سے دب کر وہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ صحیح عبارت کا پڑھنا بھی ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، لیکن مولانا کا رسوخ فی العلم آخر تک باقی رہا جو بہت کیاب بلکہ نادر بات ہے، یہ نتیجہ ہے ان کے والدین کے حسن نیت، ان کے اساتذۂ کرام کی للّٰہیت و خلوص اور ربانیت کا۔ پھر مولانا کی محنت و خلوص اور مسلسل علمی اشتغال کا، کہ ان کا تعلق علم سے برابر قائم رہا، آخر تک علمی رسوخ و پختگی باقی رہی، اس کا میں عینی شاہد ہوں اور قریب ترین رفیق کی حیثیت سے مجھے خود اس کا تجربہ ہے۔

مولانا کی دوسری بڑی خصوصیت ان کی حمیت دینی ہے۔ ایک ہے حمایت دوسری چیز ہے حمیت، حمایت میں وہ اندرونی جذبہ اور دل سوزی نہیں ہوتی اور وہ دل کی تپش اور ذہن کی غلش اور وہ اضطراب و بے چینی نہیں ہوتی جو حمیت میں ہوتی ہے۔ حالانکہ حروف دونوں کے متقارب ہیں، اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حمیت دینی کا جو جوہر عطا فرمایا تھا وہ کم لوگوں کو ملتا ہے، ہو سکتا ہے دینداری، عبادت گذاری، تہجد اور شب بیداری اور ذکر و شغل میں دوسرے لوگ بڑھے ہوئے ہوں، لیکن دینی غیرت و حمیت کی دولت و نعمت سے مولانا مالا مال تھے۔ حمیت یہ ہے کہ دل میں آگ سی لگ جائے، سوزش پیدا ہو جائے کہ یہ کیا ہو رہا ہے کیا خطرات درپیش ہیں مسلمانوں کی آبادی کا کیا حشر ہوگا خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقہ کا انجام کیا ہوگا وہ کس روش پر چلے گا، تقسیم کے بعد مسلمانوں کے یہاں رہنے کے سلسلہ میں بہت سے حضرات کے ذہنوں میں بات واضح نہیں تھی کہ مسلمان اب کیسے رہیں گے لیکن مولانا کا ذہن بہت واضح تھا اور ان کے سامنے کام کا پورا نقشہ بنا ہوا تھا یہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حمیت جیسی نعمت سے نوازا تھا یہ ایک نفسیاتی نقطہ اور تجربہ کی بات ہے کہ یہ حمیت کبھی ہمیشہ یکساں باقی نہیں رہتی اس لئے کہ علم جتنا بڑھتا اور معلومات و تجربات میں جتنی وسعت ہوتی جاتی ہے حمیت میں اس اعتبار سے کمی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ احساس ہی ختم ہو جاتا ہے جو لوگ عجائب گھر اور میوزیم دیکھتے رہتے ہیں ان کے اندر استعجاب کا مادہ باقی نہیں رہتا وہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب چیزیں یکساں ہیں لیکن میں عینی شاہد کی حیثیت سے گواہی دیتا ہوں کہ اپنے وسیع علم و مطالعہ اور مشاہدہ کے ساتھ مولانا کے اندر دینی حمیت و غیرت بھری ہوئی تھی میں نے مولانا کو سب سے پہلے دار المبلغین میں مولانا عبد الشکور صاحب کے پاس دیکھا اس کے بعد سے تعارف اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جب میری کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ شائع ہوئی تو ہم نے جن خاص خاص لوگوں کو کتاب بھیجی ان میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی بھی تھے، مولانا کتاب ملنے کے بعد جو خط لکھا اس میں انھوں نے تحریر کیا کہ یہاں جو وقت ڈاک کا ہوتا ہے وہی کھانے کا ہوتا ہے آپ کی کتاب آئی تو میں اس میں اتنا مشغول ہو گیا کہ میرے لئے کھانا کھانا مشکل ہو گیا میں اس سے بہت متاثر ہوا، اس زمانہ میں ہندوستان میں ایک نئی تحریک چلی تھی جس کے بانی علامہ مشرقی تھے جو نام کے تو مشرقی تھے لیکن ذہنی و فکری لحاظ سے علامہ مغربی تھے وہ خاکسار تحریک تھی جو اس دور کی خطرناک ترین تحریک تھی اس وقت ہندوستان میں تحریکوں کا دور تھا، اس تحریک نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ مقبولیت حاصل کی اور ایک طوفان کی طرح پھیل گئی، مولانا کو غالباً سب سے پہلے اس کا احساس ہوا کہ اگر یہ تحریک پھیلنے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے اس کا رابطہ ہو جاتا ہے تو پھر ایمانی ربط جس میں غیرت اسلامی بھی ہو باقی نہیں رہے گا، معروف و منکر اور کفر و ایمان میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا اس لیے کہ اس کے جو مقاصد تھے وہ زیادہ تر سیاسی و تنظیمی مقاصد تھے۔ مولانا اس وقت رائے بریلی تشریف لائے اور انھوں نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اس کی ذمہ داری قبول کروں کہ ایک جماعت بنائیں اور تحریک چلائیں اور اس کی قیادت و ترجمانی کروں۔ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ یہ کام اس شخص کے سپرد کرنا چاہئے جو انگریزی پر پوری قدرت رکھتا ہو، انگریزی میں تقریر کر سکے۔ بیان دے سکے اور اخبارات میں مضامین لکھ سکے انھوں نے کہا کہ کون ہے؟ تو میں نے اپنے پیر بھائی حاجی عبد الواحد کا مشورہ دیا جو انگریزوں کے دور میں پورے پنجاب میں ایم اے میں انگریزی میں فرسٹ ڈویژن پاس ہوئے تھے۔ ان دنوں وہ فورٹ سنڈیمن میں تھے۔ چنانچہ ہم رائے بریلی سے اور مولانا بریلی سے پنجاب میل میں سوار ہو کر لاہور پہونچے اس زمانہ میں مولانا مودودی سے ہم لوگوں نے ملاقات کی، پھر حاجی عبد الواحد سے ملنے فورٹ سنڈیمن گئے جو کوئٹہ سے آگے تھا اور درۂ بولان ہو کر راستہ جاتا تھا۔ ہم تینوں نے مشورہ کیا، پھر طے ہوا کہ اپنی جماعت بنانے سے پہلے اہل دینی و دعوتی مراکز اور خانقاہوں کا دورہ کرنا چاہئے جہاں کام ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ سہارنپور ہوتے ہوئے رائے پور پہونچے۔ حضرت مولانا عبد القادر رائے

رائے پوری کے مشورے پر ہم لوگ مرکز نظام الدین آئے، وہاں تبلیغی جماعت کے نظام کو بچشم خود دیکھا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے ملاقاتیں کیں، بالآخر ہم نے اپنی صلاحیتیں اس جماعت کی نصرت و حمایت اور استحکام کے لئے وقف کر دیں، ہم دونوں ساتھ ساتھ رہے، بڑے بڑے اجتماعات میں شریک ہوئے، پورے ملک کا سفر کیا، باہر بھی گئے۔ جہاں تک تبلیغی جماعت کی افادیت اور ضرورت کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں کہ جو کچھ ہم سے تعاون ہو سکتا تھا وہ ہم نے کیا۔

جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے یہاں دینی وجود کے متعلق جتنا مولانا کا ذہن صاف اور واضح تھا اتنا کسی بڑے سے بڑے عالم کا نہیں تھا۔ مولانا نے یہاں کے جو حالات سمجھے اور خطرات اور اندیشوں کا ادراک کر لیا وہ مولانا ہی کا حصہ تھا۔

راوڑکیلا اور جمشید پور کے بھیانک فسادات میں پانچ ہزار مسلمان مارے گئے تھے۔ کھیتوں اور گھروں کے اندر مسلمانوں کے سر تربوز اور خربوزے کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ خون کی چھینٹیں دیواروں پر لگی ہوئی تھیں، مولانا نے سب سے پہلے ان علاقوں کا دورہ کیا، انھوں نے مجھے آمادہ کیا کہ تم جا کر دیکھ آؤ، چنانچہ میں مولانا ابو العرفان خاں صاحب مرحوم کے ساتھ وہاں گیا تعلیم یافتہ ہندوؤں سے ملاقاتیں کیں، لوگوں کی رائے ہوئی کہ کوئی تنظیم قائم ہونی چاہئے تاکہ ملت کے دین اور تہذیب کی حفاظت کی تدبیر کی جائے اور اس ملک کو اسپین بننے سے بچایا جائے چنانچہ مسلم مجلس مشاورت کی تجویز ہوئی اس کے بڑے محرک اور داعی ڈاکٹر سید محمود تھے، ہم اور مولانا اس میں شریک ہوئے پھر کرناٹک وغیرہ کے سفر ہوئے۔

مولانا کا امتیازی وصف۔ جو کم علماء کو نصیب ہوا ہے۔ وہ فرق محرفہ منحرفہ سے گہری واقفیت اور ان کے خطرات و نقصانات کا احساس و ادراک ہے کون کون فرق محرفہ ہیں اور کون غیر محرفہ ان فرقوں کے مقابلہ کے لئے محاذ بنانا اور اس کو اپنا فرض سمجھنا جتنا مولانا نے اس میدان میں کیا اتنا شاید مولانا مرتضیٰ چاند پوری نے کیا ہو میرے سامنے ان کا پورا کام نہیں ہے، مولانا سید محمد علی مونگیری نے قادیانیت کا مقابلہ کیا اور اس کے خطرات کا ادراک و احساس کیا انھوں نے مونگیر میں قادیانیوں سے مقابلہ کے لئے مولانا مرتضیٰ صاحب چاند پوری کو مدعو کیا جب تک مناظرہ ہوتا رہا مولانا سید محمد علی مونگیری سجدے میں پڑے رہے جب ان کو شکست فاش ہوئی اور جوتے چھوڑ چھوڑ کر بھاگے تو مولانا نے سجدے سے سر اٹھایا۔

قادیانی ہوں یا بریلوی ان سب کا مقابلہ مولانا نعمانی نے جتنا کیا اتنا شاید ہی کسی نے کیا ہو مولانا زبردست مناظر تھے وہ فرق باطلہ اور فرق منحرفہ کی کتابوں سے بہت گہری واقفیت تھے اور ان کی عبارتوں کے حافظ تھے۔ وہ اس طرح عبارت زبانی سناتے کہ جیسے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں اس درجہ مولانا کا استحضار اور حافظہ قوی تھا کہ اس میں مولانا کا کوئی شریک نہیں مولانا نے شرک و بدعات کا جم کر مقابلہ کیا، ہندوستان کے مسلمانوں کو شرک کے اثرات سے، بچایا، بدعقیدگی، اشراک باللہ، عبادت قبور، استعانت لغیر اللہ، استغاثہ لغیر اللہ سے بچایا، ہندوستان جیسے ملک میں یہ کام بڑا خطرناک اور نزاکتوں سے بھرا ہوا تھا۔ عالم عربی میں شیخ محمد بن عبد الوہاب اور مصر و شام میں شیخ حسن البنا اور دوسرے علماء اٹھے اور انھوں نے کام کیا لیکن ہندوستان میں کماً و کیفاً جتنا کام مولانا نے کیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا، ہو سکتا ہے اور کسی کا کام ہو جو ہمارے علم میں نہیں۔

۱۹۵۱ء میں لکھنؤ میں تبلیغی مرکز کی عمارت بنی، ہم دونوں کے ایک مخلص نے اس کی تعمیر اس انداز سے کرا دی کہ ہم دونوں یہاں ساتھ رہ سکیں۔ مولانا اس وقت بلوچ پورہ میں رہتے تھے۔ مرکز میں ہم دونوں منتقل ہو گئے، پھر تو خواب و روز کا ساتھ ہونے لگا۔ نشست بھی ساتھ، کھانا بھی ساتھ، نمازوں میں بھی ساتھ خطاب اور سفروں میں بھی رفاقت رہی۔ مولانا کی ربانی فراست دینی و اخلاقی صفات، ذہنی کمالات اور تصنیفی گرمیاں سب کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے آگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ حضرت رائے پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ کیا لائے، تو میں دو آدمیوں کا نام لوں گا۔ تو پہلا نام مولانا منظور صاحب نعمانی کا لیا۔

ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے متضاد صفات و صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں، جن کے اندر تضاد تو نہیں لیکن عملاً تضاد معلوم ہوتا ہے، کسی کو علمی اشتغال ہوتا ہے تو دعوت کے کام میں لگنا مشکل ہوتا ہے کوئی دعوت میں لگتا ہے تو اس کا پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ ملتے ہیں جو بڑے داعی ہیں، لیکن نہیوں ہو جاتے ہیں کہ ان کو کتاب دیکھنے کی نوبت نہیں آتی، لیکن مولانا نے دونوں کو جمع کر رکھا تھا۔

مولانا اگرچہ دیوبند کے فاضل اور اس کی مجلس منتظم کے رکن تھے، لیکن اس کے ساتھ ندوۃ العلماء کی تحریک سے بھی اور ندوۃ العلماء کے ادارے سے بھی ان کا مخلصانہ تعلق رہا ہے، انھوں نے یہاں کے ذمہ داروں کی درخواست بلکہ اصرار پر حدیث کی تدریس کی ذمہ داری قبول فرمائی طلبہ نے ان سے فائدہ اٹھایا، ندوۃ العلماء کی انتظامیہ کے طویل عرصہ تک رکن رہے، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے بنیادی رکن تھے اس کی سرپرستی اور قلبی تعلق

برابر باقی رہا سنا ہے کہ اس بیماری میں جب ہوش وحواس بجا تھے، کوئی عیادت کے لئے گیا تو انھوں نے کہا کہ "جی چاہتا ہے کہ ندوہ جاؤں....."

مولانا نازک وقتوں میں اپنی اصابت رائے اور تجربات سے ندوہ کو فائدہ پہونچایا۔ ندوہ کا جب پچاسی سالہ جشن ہونے والا تھا تو ہمیں فکر تھی کہ اس کی صدارت کے لئے کون موزوں شخصیت ہوگی۔ تو مولانا نے جب کہ ہم دونوں رابطہ کے اجلاس[1] میں شرکت کے لئے گئے تھے، حج کا زمانہ بھی تھا۔ شیخ الازہر الامام الاکبر عبدالحلیم محمود کی رائے دی جو صوفی منش تھے اور متشرع قسم کے تھے۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کے طور پر اور اس زمانے کے حالات کو دیکھ کر نعمت نیز کرامات کے طور پر مولانا کا وجود تھا اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا جو اجتماعی جگہوں پر بہت کم کئے جاتے ہیں، تصنیف کرنے والے دعوت سے گریز کرتے ہیں جلسوں میں تقریر کرنے والے کے لئے تصنیف مشکل ہے اس لئے کہ وہ یکسوئی کھے طالب ہے، بقدر ضرورت دینی وملی کاموں میں اور سیاسی جدوجہد میں بھی حصہ لینا ضروری ہوتا ہے، تحریری سیاست کے ذریعہ ملت کے تحفظ میں حصہ لینا ضروری ہوتا ہے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے یہ جامعیت عطا فرمائی۔

مولانا نے تمام سرگرمیوں کے ساتھ رسالہ "الفرقان" نکالا جو برصغیر کا نہ صرف ایک ممتاز دینی ودعوتی ماہنامہ تھا بلکہ وہ ایک ایسا مکتبہ خیال اور مدرسۂ فکر تھا جس سے لوگوں کی ذہنی وفکری رہنمائی ہوتی تھی، توحید خالص اور سنت صحیحہ کا پیام ملتا تھا، ملی ودینی شعور بیدار ہوتا تھا۔

عزیزو! مولانا کی وفات ملت کا ایک عظیم خسارہ ہے، پھر ان کی معذوری جس کی مدت مہینوں سے متجاوز ہو چکی تھی وہ ملت کا نقصان تھا، مولانا کی وفات سے ملت کا ایک بڑا سرچشمہ فوت بند ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے کارناموں کو زندہ رکھے اور ان کی تصنیفات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے، میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ آپ مولانا کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور ان کے لئے دعائے خیر کریں انشاء اللہ اس سے آپ کے علم میں برکت ہوگی۔

---

[1] یہ بات قابل ذکر ہے کہ میرے علاوہ ہندوستان سے کسی اور رکن کے انتخاب کی بات آئی تو بہت شخصیتوں کے نام لئے گئے مولوی عبداللہ عباس ندوی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے مولانا محمد منظور صاحب کا نام لیا اس طرح وہ رابطہ کے رکن منتخب ہوگئے اور متعدد تاریخ کا موقع ملا۔

بقیہ:- ایک فلپینی کا قبول اسلام

اطمینان کی سانس لی، حالانکہ میں اس سورۃ کے معانی سے ناواقف تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے نئے طریقے سے اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں غور وفکر شروع کر دیا، میں نے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا، اور مجھ کو اس دین کی حقانیت کا پورا یقین ہوگیا، میں نے طے کر لیا کہ جب سعودیہ واپس ہوں گا تو اسلام قبول کر لوں گا۔

چھٹی ختم ہونے کے بعد مملکت میں واپس ہوا۔ تو میں غیر ملکی دعوتی مراکز میں سے ایک مرکز گیا۔ اور فلپین کے ایک داعی کے پاس بیٹھا۔ انھوں نے مجھے اسلامی ارکان بتائے۔ اس کے بعد میں نے کلمۂ توحید پڑھا اور دین اسلام میں داخل ہوگیا۔ اور اس طرح میں مسلمان ہوگیا۔ (وللہ الحمد من عباد اللہ المسلمین) اور اخیر میں میں سعودی اسکیموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور چینل ۲ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ہر طرح اللہ رب العزت کی حمد بیان کرتا ہوں۔

(انّ اللہ یہدی من یشاء)

دین وملت کیلئے جدوجہد سے بھرپور
ایک طویل زندگی کی کہانی
تحدیثِ نعمت
۲ جلد
مولانا محمد منظور نعمانی
جو ابھی ابھی پریس سے باہر آئی ہے
۳۵۲ صفحات۔ مجلد قیمت ۱۵/- روپئے
الفرقان بکڈپو ۳۱۴/۳ انڈسٹریل ایریا لکھنؤ

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہتر بائنڈنگ
حرمین
NOTE BOOK
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:-
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز دائی ڈاکٹر بی این وریارڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

اسلامی بیداری کو عام کرنے میں ہندوستان کا کردار

تحریر: مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی
ترجمہ: محمد سلمان خان ندوی

ملت اسلامیہ اپنی طویل تاریخ میں کبھی بھی اس طرح زوال کا شکار نہیں ہوئی ہے کہ اس کے بعد عروج نہ ہوا ہو۔ اور نہ کبھی ایسی نیند سوئی ہے۔ جس کے بعد بیدار نہ ہوئی ہو لیکن موجودہ عہد زوال ۔۔۔ اس کی تاریخ کا سب سے طویل عہد ہے اس وقت اس پر چہار جانب سے حملہ ہے اور وہ مختلف مسائل سے دوچار ہے، جن کا علاج معالجین کے لیے دشوار ہو رہا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ امت آخری امت ہے، بقاء اور دوام اسی کے لیے مقدر ہے اور غلبہ کی بھی حقدار ۔۔۔ ہے لہٰذا اس کے لیے ایسے اسباب وذرائع کی تحقیق کی ضرورت ہے جو اس کو بیداری اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے ضامن ہیں۔ دراصل اس امت کی بیداری کے اسباب وعوامل عام امتوں کے اسباب وعوامل سے مختلف ہیں یہ محض سیاسی عوامل نہیں، نہ اقتصادی یا ثقافتی وفکری یا علمی، ویسے یہ سب چیزیں بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں اور اپنے اثرات قائم کرتی ہیں، لیکن سب سے بڑا محرک جو اس امت کے لیے لازمی تحریک ہے وہ اس کا اپنے رب کی کتاب کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تعلق ہے اور یہی تعلق اس امت کی قوت وطاقت کا سرچشمہ ہے۔

ان عوامل میں قرآن پاک وہ عظیم کتاب ہے جس کی تلاوت اس امت میں برابر کی جاتی ہے اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں کی جاتی رہی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ ذات ہے جس کی محبت اس امت کے ہر فرد کا دل سرشار ہے چاہے حالات کتنے ہی سنگین اور اندوہناک ہو جائیں۔ یہی وہ طاقتیں ہیں جو سب سے قوی اور مستحکم ومضبوط امید وسرچشمہ ہیں جو اس امت کو انسانی زندگی میں اعلیٰ مقام عطا کرتی ہیں اور پستی کے تعر سے نکالتی ہیں جس میں وہ بار بار پڑی ہے لیکن یہ کام ان لوگوں کے ذریعہ ہوا۔ جنھیں اللہ نے اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے تیار کیا۔ وہ ہے سوسائٹی کی نگہبانی، عزائم بلند کرنے اور افراد کو تیار کرنے کی ذمہ داری سنبھالتے رہے تاکہ یہ امت اپنی آزمائش سے نکلے اور اصل پوزیشن ومقام حاصل کرے۔

اس وقت امت اسلامیہ کے اندر نئے سرے سے اسلامی بیداری کا عہد اس طویل غفلت کے بعد دوبارہ شروع ہوا ہے۔ جس میں اس نے کئی صدیاں گزار دیں اس وقت سیاسی اور فکری دونوں میدانوں میں بیداری دیکھنے میں آتی ہے جہاں تک سیاسی میدان کا تعلق ہے تو عالم عربی میں سب سے پہلے اس وقت بیداری آئی جب سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ نے کوشش کی اور برصغیر ہند کے میں اسلامی بیداری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کے تلامذہ اور آپ کے صاحبزادوں کے تلامذہ جیسے حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کوششوں اور جدوجہد کا ثمرہ ہے ساتھ ہی ساتھ تحریک آزادی کے قائدین کی کوششوں اور محنتوں اور ان کی مساعی جمیلہ اور دوسری علمی وفکری ودینی شخصیتوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو گذشتہ صدی کی شروع کی دہائیوں میں برصغیر ہند میں ظہور میں آئیں جن کے سرخیل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا محمد علی جوہر تھے اس کے ساتھ بعض ایسی دوسری شخصیتیں بھی پیدا ہوئیں جنھوں نے حتی المقدور اس میدان میں کام کیا ہے۔ البتہ بعض کی کوششیں عام اور شہرت یافتہ ہوئیں اور بعض کی نہیں۔

دوسری طرف مشرق وسطیٰ اور ممالک عربیہ کے علاقے اس بات پر تابل مبارکباد ہیں کہ وہاں جمال الدین افغانی اور کئی ایسی شخصیتوں نے جنم لیا جنھوں نے سوسائٹی کی نگہداشت اور دعوت وتبلیغ کے امور انجام دینے میں اپنی ممکنہ محنت صرف کی جن میں شیخ حسن بناشہیدؒ صف اول میں ہیں جنھوں نے ملت اسلامیہ کے نوجوانوں میں اسلامی حمیت وغیرت کی روح پھونک دی اور اس امت کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے ان میں غیرت ایمانی اور جوش ولولہ بھر دیا ہے ان کی کوششیں اور ان کے رفقاء وتلامذہ کی مساعی جمیلہ عالم اسلام میں اسلامی بیداری کو فروغ دینے اور دنیا میں دینی جذبہ کو عام کرنے میں بہت ہی کارآمد اور مفید ثابت ہوئی ہیں۔

برصغیر ہند کے علماء وقائدین نے بھی اس میدان میں ہر ممکنہ کوششیں صرف کی ہیں جن کا

اسلامی بیداری کو فروغ دینے میں بڑا دخل ہے ہم ان کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کے دائرہ کار کو جس نے اس میدان میں زبردست تبدیلی پیدا کی ہے تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱۔ خلافت اسلامیہ کی حمایت کا محاذ

۲۔ آزادیٔ ملک کا محاذ

۳۔ اسلامی تعلیمی و تربیتی کوششوں کا محاذ

عالم اسلام میں برصغیر ہند کو بڑی اہمیت و قدر و منزلت حاصل ہے اس لیے کہ عالم اسلام کے ایک تہائی مسلمان اس ملک میں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں، مزید برآں یہاں اسلامی سرگرمیاں، وسائل و ذرائع اور تربیتی مراکز کی کثرت ہے لہٰذا عالم اسلام میں اس کا ایک اہم مقام اور مرتبہ ہے ویسے جو بھی اسلامی تحریک یہاں اٹھتی ہے اس کی گونج پورے عالم اسلام میں سنائی دیتی ہے یہاں کی تحریک خلافت مسلمانوں میں غیرت و حمیت پیدا کرنے کی سب سے مؤثر و مستحکم اسلامی تحریک تھی جو موجودہ صدی کی دوسری تیسری دہائیوں میں اٹھی اس کا تعلق اصلاً مشرق وسطیٰ سے تھا۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ عالم اسلام کے اس خطے پر اثر انداز ہو اور نتیجہ خیز ہو لیکن اس کا اثر و رسوخ برصغیر ہی تک محدود رہ سکا اور یہاں وہ ان بڑے بڑے اسباب و محرکات میں ثابت ہوئی جنھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں صرف اسلامی حمیت و غیرت ہی پیدا نہیں کی اور نہ صرف ان میں عزت رفتہ کو بیدار کرنے کا جذبہ ابھارا بلکہ اس غیر ملکی حکومت کی دست نگری اور محکومی سے چھٹکارا دلانے کے لیے بلاتفریق مذہب و ملت سارے باشندگان برصغیر ہند کے لیے راستے ہموار کئے اس تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ غیر مسلم سیاسی لیڈر مثلاً گاندھی جی اور ان کے رفقا مسلمانوں کے بھڑکتے ہوئے جذبات میں ساتھ دینے پر مجبور ہوئے اور، تحریک آزادی کی تقویت کا باعث بنی جو بعد میں بڑھی اور اپنا پھل لائی۔

خلافت تحریک جس کا اصل مقصد ترکی کی اسلامی آزادی کی بحالی تھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی لیکن اس نے دوسری ایسی کامیابیاں حاصل کیں جن کی اہمیت کسی درجہ میں بھی کم نہیں اس نے لوگوں کے دلوں میں انگریز اور سامراجیت کے خلاف جذبہ پیدا کردیا اور مسلم عوام کے دلوں میں ملی غیرت اور حمیت کی روح پیدا کردی۔

اس سے اسلامی بیداری پیدا ہوئی اور ملت کو ایسے قائدین فراہم ہوئے جنھوں نے ملت کو جدوجہد کے راستے پر ڈالا۔

عالم اسلام میں ان دو تحریکوں اور علماء کی قیادت اور رہنمائی سے اہل غیرت قائدین و مفکرین میں خاصا شعور بیدار ہوا اور انھوں نے اس میدان میں اپنی کوششیں صرف کریں۔

ان میں سے اہل علم محققین کی ایک تعداد۔

اصلاح نفس اور فکر کی تصحیح اور اسلامی روح کی بیداری کے لیے ہمہ تن کوشاں ہے اور یہ کوششیں لوگوں کے دلوں سے مغرب کی ہیبت اور رعب و دبدبہ ختم کرنے اور مغرب کی غلط فکر کے سامنے رسوائی اور احساس کمتری کے شعور و احساسات کو ختم کرنے میں بہت ہی کارآمد ہو رہی ہیں۔

ملت اسلامیہ اپنی اس طویل تاریخ میں دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلہ میں مسلسل بیداری کی کوشش میں ممتاز رہی ہے اور مختلف تاریخی عروج و زوال سے گزرنے کے باوجود اب بھی زندگی کی صلاحیت سے بھرپور ہے۔ اس نے آزمائشوں اور حوادث زمانہ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور نہ ہی اس کی زندگی کا سورج غروب ہوا اور نہ ہی اس کا پیغام بے اثر بنا۔

اس کے برعکس دوسری قوموں کا یہ حال رہا ہے کہ انھیں کچھ مدت کے لیے ترقی ملتی ہے پھر وہ زوال کا شکار ہوجاتی ہیں۔ آزمائشوں اور حوادث زمانہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہیں لیکن ملت اسلامیہ جب اپنی نیند سے بیدار ہوتی ہے اور اپنی اصلیت کی طرف لوٹتی ہے تو وہ اس طرح اٹھتی ہے جیسے ایک طویل نیند سے گزر کر چاق و چوبند ہوکر اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔

یہ امت اپنی طویل تاریخ میں سخت سے سخت آزمائشوں سے گزری ہے۔ اس کی ادنیٰ آزمائشیں پورے اسلامی ڈھانچہ یا کم سے کم اس کی بنیادوں کو ختم کرنے کے لیے کافی تھیں لیکن اللہ نے اس کے لیے ہمیشگی اور دوام مقدر کردیا تھا اور اس کی بیداری و ترقی کے اسباب پیدا کردیئے اس امت کا پستی کا زوال سے نکلنے کا ایک بڑا محرک اور داعیہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسی امت ہے جسکو ہمیشہ باقی رہنا ہے جو دنیا کی طرف ایک دائمی پیغام کے ساتھ بھیجی گئی ہے اور اس پیغام کا دوام اس امت کے دوام اور ہمیشگی کے لیے ضمانت ہے البتہ اس امت کی بیداری اور نظمت اس کے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل ہوتی رہی اور اس کا مرکز تعلق ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اس امت نے اپنی طویل تاریخ میں نئے حوادث اور مشکلات کے بموجب نئی نئی دشواریوں اور مسائل کا سامنا کیا ہے جس سے وہ کمزور اور پسماندہ تو ہوئی ہے مگر اپنی اصلیت اور غلبہ کے راستے پر واپس آگئی اللہ تعالیٰ نے امت کا وصف اس آیت سے بیان کیا ہے

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

باقی ص ۱۷ پر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

"نازاں ہے جن پر تاریخ آدم"

صحابہ کرام کا کردار پوری نسل انسانی کے لئے نمونہ

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی اس تقریر کا خلاصہ ہے جو محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء کو احاطۂ شوکت علی مولانا عبدالشکور فاروقی ہال میں ہوئی تھی اصحاب رسولؐ کے مقام کے تعلق سے یہ ایسی اہم و جامع تقریر ہے کہ اس کو بار بار پڑھنا چاہئے۔ (ادارہ)

حضرات! اس وقت میں ان چیزوں کی طرف اشارہ کروں گا جو ان مجالس کے مزاج کے مطابق ہیں اور ان کا طبعی تقاضہ ہے، عقلی تقاضہ ہے، منطقی تقاضہ ہے، شرعی تقاضہ ہے، اخلاقی تقاضہ ہے، انسانی تقاضہ ہے، اور سب سے بڑھ کر دینی تقاضہ ہے۔

اس سلسلہ کی ایک بات تو یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں حضرات خلفائے راشدین کی عقیدت پیدا ہو، ان کے بارے میں آپ کے اندر اعتماد ہو، آپ کے ذہن میں یہ خیال راسخ ہوجائے کہ وہ نسل انسانی کے (انبیاء کرام کے بعد) بہترین افراد اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و احسان، اس کی خلاقی، رزاقی اور تربیت کا بہترین نمونہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہونی چاہئے کہ آپ اس محفل سے یہ اثر اور نتیجہ لے کر جائیں، اگر ہم کسی حکیم کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بہت سے مریضوں نے شفا پائی، وہ حکیم ہی کیا ہے، طبیب ہی کیا ہے جس کے ہاتھ ایک کی بھی شفا نہ ہوئی ہو، یا مشکل سے دو چار آدمیوں کو فائدہ پہونچا ہو، اگر ہم کسی عالم و مدرس کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حلقۂ درس سے بہت سے فضلاء تیار ہوئے اور وہ علم و فضل میں امتیازی درجہ رکھتے تھے، ورنہ پھر مدرس کا فائدہ ہی کیا، اور اس مدرس کی کامیابی کا معیار کیا؟ اگر ہم کسی کارخانہ کی تعریف کرتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہترین مصنوعات پیدا کرتا ہے، ایک مرتبہ ہم نے یہیں کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اگر ہم سے کوئی کہے (لکھنؤ کے بھائیوں کو سنا رہا تھا) کہ ہاں صاحب! احمد حسین دلدار حسین کا کارخانہ بہت اچھا ہے، مگر شروع میں تمباکو کے کچھ اچھے ڈبے وہاں سے بنے تھے پھر جو دیکھا تو ہر ڈبہ خراب تھا، تو یہ ایسی بات ہوگی کہ اس کارخانہ والے کو آپ کے خلاف از الہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کرنے کا حق ہوگا کہ آپ نے اس کارخانہ کو بدنام کیا، وہاں کی شہرت کو خراب کیا، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی ایک نامور اور مسلم درسگاہ ندوۃ العلماء کا خادم ہوں، اگر ندوۃ العلماء کے متعلق کوئی یہ کہے ہاں صاحب! شروع میں اس کے دارالعلوم نے چند اچھے فاضل پیدا کئے۔ علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی مولانا عبدالباری ندوی، اس کے بعد پھر کوئی نہیں نکلا اور کسی میں کوئی استعداد پیدا نہیں ہوئی، تو سب سے پہلے میں اس کا دامن پکڑنے کو تیار ہوں، ندوۃ العلماء کے ذمہ دار، ندوۃ العلماء کے کارکن اور اس سے نسبت رکھنے والے دامن پکڑنے کو تیار ہیں، آپ سے کہا جائے گا کہ پہلے آپ اس کا ثبوت دیجئے کہ آپ اس ادارہ کی تاریخ سے کہاں تک واقف ہیں، اس کے فضلاء سے آپ کہاں تک آشنا ہیں، ان کے کارناموں سے آپ کہاں تک واقف ہیں، اسی طریقہ سے میں نے مختلف مدرسوں، مختلف کارخانوں کا نام لیا، "اصغر علی محمد علی" ہندوستان میں عطر سازی کا شہرۂ آفاق کارخانہ تھا، دور دور اس کی شہرت تھی، اگر کہا جاتا، ہاں صاحب! شروع میں دو چار مہینے ان کے یہاں اچھی عطر کی شیشیاں تیار ہوئی تھیں، اس کے بعد یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ شیشی میں عطر ہے، یا تیل ہے؟ تو کارخانہ کے مالکان کو حق ہے کہ اس کے خلاف کارروائی کریں۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سب سے بڑے پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین سید الاولین والآخرین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معاذ اللہ یہ کہا جائے کہ براہ راست جن لوگوں نے آپؐ کی زیارت کی، جو لوگ آپؐ کے دامن تربیت سے وابستہ تھے، جو آغوش نبوت میں پلے تھے، جنھوں نے آپؐ کے سایۂ عاطفت میں زندگی گذاری اور جن پر آپؐ کی تربیت کے معجزانہ اثرات پڑے تھے، جن کو دنیا میں نمونہ بننا تھا، ان میں دو ایک،

یا تین چار آدمی بس دین پر قائم رہے، عہد پر قائم رہے، بقیہ سب دین سے نکل گئے تو اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی توہین آمیز بات اور اس سے بڑھ کر آپؐ کے مقامِ نبوت اور آپ کی شانِ رسالت کی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان انعامات کی جو آپ کے ساتھ مخصوص تھے ناقدری نہیں ہوسکتی۔

ایک بات تو یہ ہے کہ یہ عقیدت اور اعتماد آپ اپنے اندر لے کر جائیں کہ صحابہ کرامؓ نسلِ انسانی میں اور یہ میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں، اور کسی چیز کا دعویٰ کروں یا نہ کروں یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں ہے کہ جس میں معذرت کی ضرورت ہو کہ میں تاریخ کی کتابوں کا کیڑا ہوں، تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں اور تاریخی موضوعات پر لکھنے والوں کی اس عہد میں اگر اس کی کوئی فہرست بنائی جائے تو اس فہرست کے آخر میں میرا نام آنا چاہئے، میں تاریخی بصیرت، تاریخی مطالعہ کی روشنی میں یہ بانگِ دہل کہتا ہوں کہ خلقِ آدم سے لے کر تا قیامِ قیامت انبیائے کرام علیہم السلام کے گروہ کو چھوڑ کر کمالاتِ انسانی کے لحاظ سے، ہدایت ربانی کے لحاظ سے، مکارمِ اخلاق کے لحاظ سے، تقدس کے لحاظ سے، پاکیزگی کے لحاظ سے، بے غرضی کے لحاظ سے، اخلاص کے لحاظ سے، اور رحمت وبرکت کے لحاظ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر پوری نوعِ انسانی میں کوئی پیدا نہیں ہوا، اور یہی ہونا چاہئے تھا، یہ بالکل منطقی اور طبعی بات ہے، اگر کسی کو ملتے ہیں اور اس کے اندر کوئی اثر تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ کسی درجہ، کسی نوع کا ہو، زندگی کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ ہو، اس کو لے لیجئے، سیاست کو لے لیجئے، شاعری کو لے لیجئے، تعلیم کو لے لیجئے، قانون کو لے لیجئے، معالجہ کو لے لیجئے، تصنیف وتالیف کو لے لیجئے، ادویات کو لے لیجئے، اگر آپ اس میں کسی کا کوئی امتیاز مانتے ہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ متعدی ہے، وہ زبان ہی کیا جو کبھی ہی نہ جائے، وہ چراغ ہی کیا جس کی روشنی نہ پھیلے، وہ خوشبو کیا جس کا سونگھنے والے کو لطف نہ آئے، وہ آفتاب کیا جس کی دھوپ نہ ہو، روشنی نہ ہو، وہ چاند کیا جس کی چاندنی نہ ہو، وہ بارش کیا جس سے تراوٹ اور جس سے آبیاری نہ ہو جس سے فصلیں پیدا نہ ہوں، جس سے باغات سرسبز نہ ہوں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے امام شعبی کا ایک بلیغ ارشاد نقل کیا ہے کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے بہتر لوگ کون ہوئے؟ انھوں نے کہا کہ جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی، جنھوں نے ان کو دیکھا اور ان کو ان کی صحبت ملی وہ سب سے بہتر انسان تھے، عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ ملتِ عیسوی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ انھوں نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے حواری، شیعوں سے پوچھا گیا کہ اس امت میں (امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں) سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انھوں نے ان کا نام لیا جو اولین اور اہم ترین صحابۂ رسول تھے، خلفائے راشدین (حضرت علیؓ کو مستثنیٰ کرکے) عشرہ مبشرہ اور جلیل القدر صحابہؓ۔

یہ ایک تضاد ہے، ایک پہیلی ہے جو بوجھنے والی ہے کہ سب پیغمبروں کے سب سے بہتر لوگ تو وہ تھے جو ان کے دامنِ تربیت میں پلے بڑھے اور جنھوں نے ایک بار زیارت کرلی کچھ سے کچھ ہوگئے تحت الثریٰ سے ثریا تک پہونچ گئے، چہ جائیکہ وہ لوگ جنھوں نے برسوں پیغمبر کی صحبت پائی، اور وہ براہ راست ان کے فیض یافتہ تھے، تو یہودیوں کا جواب ٹھیک تھا، مسیحیوں کا جواب ٹھیک تھا، ان کے شایانِ شان تھا، پیغمبر پر ایمان رکھنے والی امت کو یہی کہنا چاہئے تھا، لیکن ہمارے ان بھائیوں اور ہم وطنوں کو جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا جواب عجیب وغریب ہے، یہ ایک پہیلی ہے، جو بجھائی نہیں جاسکتی، آج بھی پوچھنے والے کو یہ جواب مل سکتا ہے خدا اس کی نوبت نہ لائے، کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہ ہو، لیکن وہ گویا زبانِ حال سے اپنے طرزِ عمل سے یہ کہتے ہیں ان کی تصنیفات اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار بہت ہی کچے اور خام لوگ یہی تھے، جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دین سے نکل گئے، جو آشنا خاص آپؐ کی صحبت میں رہے، آغوشِ نبوت میں تربیت پائی، جن کی ہر وقت نگرانی ہوتی تھی، جو آپ کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا جو کلام آتا تھا وہ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے تھے اور پھر اس کی تشریح بھی سنتے تھے اور اس پر عمل ہوتے بھی دیکھتے تھے، اور جن کے اخلاق، اعمال وکردار اور ہر چیز کی نگرانی ہوتی تھی، نگاہِ نبوت خود ان چیزوں کا جائزہ لیتی تھی، وہی سب سے ناکام نکلے، خام نکلے یہ ایک تضاد ہے، ایک شخص کا تضاد نہیں ہے، دینی امتوں کو سامنے رکھئے اس کا ایک تضاد ہے، دوسرے انبیاء کے ماننے والے یہ کہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے یہ کہیں۔

مجھے یورپ وامریکہ جانے کا اتفاق ہوتا ہے، کئی بار میں نے کہا کہ اسلامک سینٹر واشنگٹن ڈی سی میں یا لندن کے ہائیڈ پارک میں اگر اسلام کی دعوت دی جارہی ہو اور بڑی سحر انگیز تقریر

کی جارہی ہو، لوگ مست ہورہے ہوں اور ایک جادو سا معلوم ہورہا ہو، اور قریب ہو کہ لوگ اسلام لے آئیں، اسلام کا اعلان کردیں۔

"ہمیں توبہ کرائیے، اسلام میں داخل کیجئے"

اچانک ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے، ٹھیک ہے آپ نے بہت اچھی بات کہی، لیکن آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں آپ کو ہم پر امید رکھنے کا حق کیا ہے، اگر آج ہم اسلام لے آئیں تو اسلام پر قائم بھی رہیں گے؟ جو لوگ براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لائے، اور مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آپ کے سایہ میں تربیت پائی، ایک دن نہیں، دو دن نہیں، چند مہینے نہیں، چند سال نہیں، ۱۳ سال مکہ معظمہ کے اور دس سال مدینہ منورہ کے گزارے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام سے نکل گئے، صرف دو چار، سات آدمی رہ گئے، تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں؟ اور آپ اپنے کو کیا سمجھتے ہیں؟ کہ آپ کا مقام پیغمبر خدا سے بلند ہے، ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام لائیں تو اسلام پر رہیں گے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کریں گے؟ ہم نے کہا اس کا کوئی جواب نہیں، دنیا کے بڑے سے بڑے ذکی اور بڑے سے بڑے حاضر جواب کے پاس بھی اس کا جواب نہیں، یہ کیا تضاد ہے، ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ نبی کے ہاتھ پر براہ راست اسلام لانے والے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ"

(اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے، تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی۔

دوسری طرف انھوں نے نبیؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کو خیرباد کہہ دیا، اس چہ بوالعجبیست!

دوسری بات یہ کہنی ہے کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جہاں اور دوسری خصوصیات سنیں، اس خصوصیت کو بھی آپ ذہن نشین کرلیں، دماغ میں بٹھالیں، یہاں سے لے کر جائیں کہ وہ دین کے پورے متبع تھے، وہ دین کے سانچہ میں ڈھل گئے تھے، ان کے عقائد ان کی عبادات، ان کے معاملات، ان کے اخلاق، ان کے رسومات ان کی تقریبات، ان کی فتوحات، ان کی حکومت ونظام سلطنت، سب چیزیں اور زندگی کے سب شعبے شریعت کے مطابق تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ خواجہ الطاف حسین حالیؔ کے درجات بلند فرمائے، کیا بات کہی ہے انھوں نے ؎

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ!
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف عقائد وعبادات میں مسلمان نہیں تھے، معاملات اور اخلاق میں بھی مسلمان تھے، رسوم اور زندگی کے جو فطری تقاضے اور فطری ضرورتیں ہیں ان میں بھی تھیں، ہم مسلمانوں کا حال کیا ہے، کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو عقائد میں دین کے پابند ہیں، الحمدللہ توحید کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے، رسالت کے بارے میں، معاد کے بارے میں، اور جو بنیادی عقائد ہیں لیکن عبادات میں کچے ہیں، اور بہت سے وہ ہیں جو عقائد وعبادات میں تو پختہ ہیں، عقائد بھی صحیح، عبادات کے بھی پابند، لیکن معاملات اور اخلاق کو نہ پوچھئے، معاملات اور اخلاق میں سخت ناقابلِ اعتبار کسی سے معاملہ پڑے گا تو خیانت سے نہ چوکیں گے، معاملہ پڑے گا تو "تطفیف" (تطفیف کیل) سے کام لیں گے، ناپ تول میں کمی کریں گے، تجارت کریں گے اور اس میں شارکت ہوگی تو اس میں ناانصافی اور خیانت کے مرتکب ہوں گے، کسی کا پڑوس ہوگا تو ان سے اذیت پہونچے گی، حدیث میں آتا ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی اذیت) سے مسلمان محفوظ ومطمئن رہیں"

"لا يؤمن احدكم حتى يامن جاره بوائقه"

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی اذیت سے، اس کے گزند سے محفوظ نہ ہوجائے۔

تو ایک طبقہ ایسا ہے کہ نہ پوچھئے، اس نے معاملات واخلاق کو بالکل دین سے خارج کررکھا ہے، یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس عقائد وعبادات ہی ضروری ہیں، باقی اخلاق ومعاملات میں بسا اوقات غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں، نہ معاملہ کی صفائی، نہ وعدہ کی پابندی، نہ امانت کا خیال، نہ انصاف کے ساتھ تقسیم، کوئی چیز نہیں، حقوق العباد نہیں، اہل قرابت واہل حقوق کے بارے میں بالکل آزاد، جن لوگوں کے ساتھ ان کا معاملہ پڑتا ہے ان کے ساتھ بالکل آزادانہ تجارت میں بھی، زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی من مانی کارروائی کرتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال ایسا نہیں تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

عقائد سے لے کر اخلاق و معاملات تک بالکل ترازو کی طرح۔ جو کسی کی رعایت نہیں کرتی، کسی کو ترجیح نہیں دیتی، وہ سب میزان عدل تھے، وہ سب معیار حق تھے، ان کی کوئی چیز شریعت کے راستہ سے ہٹی ہوئی نہیں تھی، ان کا کوئی عمل شریعت کے راستہ سے ہٹا ہوا نہیں تھا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ سال مکہ معظمہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ کو منور فرمایا، لیکن اس کثرت سے مسلمان اسلام میں داخل نہیں ہوئے جتنے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان دو سال کے عرصہ میں۔

امام زہری رح جو سید التابعین ہیں، سیکڑوں ہزاروں حدیثیں ان سے مروی ہوں گی وہ فرماتے ہیں کہ، صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک جو دو سال کا عرصہ ہے اس میں جس کثرت سے مسلمان ہوئے ہیں اتنی تعداد میں بیس سال میں مشرکین اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔

وجہ کیا تھی؟ وہ دیوار (جنگ اور خوف) کی جو صلح حدیبیہ سے پہلے حائل تھی، ہٹ گئی، صلح و امان ہو جانے کی وجہ سے آنے جانے کا راستہ صاف ہوا، اور کوئی خطرہ نہیں رہ گیا، کیونکہ صلح ہو گئی تھی اور عہد ہو گیا تھا کوئی مسلم غیر مسلم پر حملہ آور نہ ہوگا، اب وہ عزیز یاد آئے، اور عزیز اپنے عزیزوں سے ملنے مدینہ طیبہ آنے لگے، ماموں بھانجوں سے ملنے آرہے ہیں، بھانجے ماموں سے، چچا بھتیجوں سے، بھتیجے چچا سے ملنے آرہے ہیں، بہنوئی اور آپس کے جو رشتہ دار ہیں وہ ایک دوسرے سے ملنے آرہے ہیں، پہلے جو آپس کے رشتہ دار ملنے کو ترس گئے تھے، خون کا رشتہ تھا، قرابتیں تھیں مگر مدینہ جانا خطرہ سے خالی نہ تھا، اب یہ ڈر نہیں رہا وہ باطمینان مدینہ آئے، انھوں نے یہاں دیکھا کہ دنیا ہی بدلی ہوئی ہے، نہ یہاں جھوٹ ہے نہ گالی گلوچ ہے، نہ غصہ آتا ہے، نہ یہاں ناپ تول میں کمی، نہ یہاں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے نہ دنیا طلبی ہے، نہ دنیا پرستی، اللہ کے علاوہ نہ یہاں کسی کا خوف ہے، نہ یہاں کسی چیز کی لالچ ہے، دنیا بدلی ہوئی ہے، انھوں نے دیکھا کہ بچوں کو سلا کر ان کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا ہے، ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جس کی طرف قرآن شریف کا اشارہ ہے۔

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" ۵۹

اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے، یہ کاشانۂ نبوت تھا، دوسروں کو کھلانا اور خود فاقہ سے رہنا، آپ نے پوچھا کوئی ہے جو ان مہمانوں کو اپنے گھر لے جائے اور کھانا کھلائے، حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور گھر لے گئے، ان کی اہلیہ صاحبہ نے کہا مہمانوں کو لے تو آئے ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ آپ پر رحم کرے، یہاں تو کھانے کو اتنا ہے کہ بچے کھالیں، انصاری صحابی (رضی اللہ عنہ) نے کہا، پہلے تو بچوں کو سلا دینا اور کھانا لے جا کر رکھ دینا، چراغ جل رہا ہوگا، اس کو کسی بہانہ سے ہاتھ لگا نا کہ بجھ جائے پھر ہم اپنا کام کر لیں گے، یہی ہوا کہ اس اندھیرے میں حضرت ابو طلحہ رض ہاتھ بڑھاتے رہے اور خالی ہاتھ منہ تک لاتے رہے، مہمانوں نے کھالیا اور حضرت ابو طلحہ رض بھوکے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ آیت نازل فرمائی جو میں نے پڑھی۔

حضرات! قرآن مجید کی آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً" ۲۰۸

اے ایمان والو اسلام میں صلح میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

ریزرویشن کے ساتھ نہیں کہ اتنا دھڑ ہم آگے کرتے ہیں مسجد میں، اور اتنا پیچھے رہے گا، ہاتھ بڑھاتے ہیں دایاں، بایاں پیچھے رہے گا، یہ نہیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، اللہ جل شانہٗ مطالبہ کرتا ہے، اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، میں صفائی سے کہتا ہوں اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ صاف کہوں کہ ہم مسلمانوں کی معاشرت، ہم مسلمانوں کے شادی بیاہ کے طریقے، ہم مسلمانوں کے وراثت کے طریقے، ہم مسلمانوں کے معاملات شریعت سے دور ہیں اور بہت دور ہیں، اس میں ہم بالکل آزاد ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کیا تھی؟ وہ جس کے کچھ نمونے اوپر گذرے۔

یہ تھی زندگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، یہ زندگی ہم نے چھوڑ دی ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں آپ سے کہ صحابہ کرام رض کی محبت کا، عقیدت کا اور ان کے تذکرہ کا، ان کے نام لینے کا، ان کی طرف نسبت کرنے کا حق ہے کہ آپ ان کی پوری زندگی اپنے لئے نمونہ بنائیں، یہ نہیں کہ صرف ان کی حمایت میں جوشش میں آجائیں، اور مدح صحابہ رض کا جلوس نکالیں، ان کے نام پر بڑے بڑے جلسے کریں، لیکن عمل کا جہاں تعلق ہے، زندگی کا تعلق ہے، وہ بالکل اس سے علاحدہ، شادی بالکل اپنے طرز پر اور اس سے بڑھ کر جہیز کی لعنت، یہ جہیز کے مطالبے اور اس پر بے گناہ عورتوں کو بیاہی ہوئی دلہنوں کو مار ڈالنا، معاف کیجئے گا میں اخبار پڑھتا ہوں، مسلمانوں کے واقعات آتے ہیں تو لرز جاتا ہوں اللہ اپنے عذاب اور غضب سے بچائے، محض پیسے کی محبت میں کہ تم اسکوٹر لے کر نہیں آئیں، تم موٹر لے کر نہیں آئیں، تم فلاں چیز لے کر نہیں آئیں، بہت کم زیور لے کر آئیں۔

چند ہفتے پہلے "قومی آواز" میں لکھنؤ کا واقعہ چھپا تھا، آپ کے کسی قریبی محلہ کا اور دوسرے شہروں کا تو چھپتا رہتا ہے، ہماری ہمسایہ قوم کو تو پوچھے کہیں کہ بس اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اور ہم سب کو ہدایت دے، ان کے پیشواؤں کو یہ سمجھ دے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے بجائے اور رام جنم بھومی کے لئے جان دینے کے بجائے اپنے فرقہ کے آدمیوں کو بنائیں، اپنے فرقہ کو دولت کی پرستش (پوجا) سے نکالیں، ہمارے یہاں بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں وہ چیزیں جن کا اس سے پہلے تصور بھی نہ تھا وہ پیش آرہے ہیں، یہ سب پیسے کی بدولت اور اس سے حد سے بڑھی ہوئی محبت کا نتیجہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: "حُبُّ الدنیا رأس کل خطیئة" (دنیا کی محبت ہر گناہ اور ہر عیب کی جڑ ہے) آپ نے بالکل اس مرض پر انگلی رکھ دی۔

سامعین کرام! یہاں کا تحفہ، یہاں کا حق اور یہاں کا تقاضہ ہے کہ آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت کو اپنے دل میں جاگزیں کرلیں، اور یہ سمجھیں کہ پوری آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کوئی ان کے درجہ کا نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ان کی اقتدا کرنے کی کوشش کریں ساری چیزوں میں، عقائد و عبادات میں، اخلاق و معاشرت میں، معاملات و تعلقات میں، زندگی بھی ویسے ہی سادہ ہو، ویسے ہی ہمسایوں کا حق پہچانیں، قرآن کریم، حدیث شریف اور اسلامی تعلیمات پر عمومی طریقہ پر عمل کریں، کسی صحابی کے یہاں کبھی کوئی چیز تیار ہوتی تو اسے قریب کے گھر میں بھیجا جاتا، وہ گھر اپنے قریبی گھر میں بھیجتا، آخر میں وہ تحفہ اسی کے گھر میں آجاتا جہاں سے چلا تھا، اس سے بڑھ کر کیا کہ میدان جنگ میں بالکل جاں بلب پڑے ہوئے ہیں، بھائی اپنے سسکتے ہوئے بھائی کے لئے پانی لاتا ہے کہ گرمی کا زمانہ ہے، گرم ملک ہے جس کی فضا بھی گرم، ان کی خدمت میں پیارہ پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں میں نے ابھی ایک آواز سنی ہے اپنے بھائی کی ان کو دو ان کے پاس لے جایا جاتا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابھی آواز سنی ہے اپنے پاس کے ایک زخمی کی، ان کو دو، پھر ان کے پاس آتا ہے وہ اشارہ کرتے رہے تو جب ان کے پاس آتا ہے تو وہ دم توڑ چکے، پھر واپس جب دوسرے کے پاس آتا ہے وہ بھی دم توڑ چکے ہوتے ہیں اور پانی کسی کے حصہ میں نہیں آتا۔

یہ ساری چیزیں ہمارے لئے قابل تقلید ہیں، بلکہ واجب التقلید ہیں، کم سے کم زندگی کو سادہ بنائیے، یہ شادی بیاہ کی رسمیں جو ہم نے اپنے غیر مسلم ہم وطنوں سے ہندوستان میں آکر سیکھی ہیں وہ واپس کیجئے اور اسلامی معاشرت اختیار کیجئے، اسراف سے بچئے، دھوم دھام سے بچئے اور شان و شوکت اور تعریف سے کہ کیسے دھوم سے شادی ہوئی ہے، کیسے دھوم سے ولیمہ ہوا ہے، کیسا جہیز ملا ہے، ان سب چیزوں سے اسی طریقہ سے آپ اپنی افادیت ثابت کیجئے، اپنا امتیاز ثابت کیجئے، ملے جلے محلہ میں مشترک محلہ میں ہمارے غیر مسلم بھائی پہچانیں، انگلی اٹھائیں، یہ ہمارے مسلم بھائی ہیں، کم سے کم ایک محلہ میں ایک مسلمان ہو اور سب کو اطمینان ہو، اس محلہ میں آفت نہیں آئے گی، یہاں بلا نہیں آئے گی، یہاں کوئی چوری کی ہمت نہیں کرے گا، وہ اپنی عورتوں اور بچیوں کے بارے میں، وہ اپنے مال و دولت اپنی پونجی کے بارے میں، وہ اپنی عزت کے بارے میں مطمئن ہوں کہ یہاں مسلمان رہتا ہے، یہ ہیں ہندوستان میں نمونہ دکھانا چاہئے تب جا کر یہاں اسلام پھیلے گا، آپ کو وہ مقام ملے گا، آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور آپ کی وجہ سے لوگوں میں اسلام کے بارے میں اچھا خیال اور اچھا تصور پیدا ہوگا۔

(القیہ)

اسلامی بیداری

بالمعروف وتنهون عن المنكر۔

ترجمہ:- تم بہترین امت ہو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو۔ نیکی کا حکم دیتی ہو اور برائی سے روکتی ہو۔ اور اس کا امتیازی وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

ترجمہ:- آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا۔ اور تمہارے لیے اسلام بطور دین کے پسند کر لیا۔

یہ ایک ایسا وصف ہے جو دوسری قوموں کو حاصل نہیں کہ اللہ نے اس کے لیے دین کو پورا کیا ہو۔ اور اس پر اپنی نعمت کا فیضان کیا ہو۔ اور اس کو بہترین امت یعنی ایک قائد اور ہادی امت سے تشبیہ دیا ہو اور اس کو دنیا کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار بنایا ہو۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج، دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب لاثانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ

اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور چکنڈی لکھنؤ۔

نوٹ:- جانڈس، دھات، کوڑیا، شوگر کے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 21629

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبّت و عقیدت

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

مردِ بن میدان میں آسر کٹانے کے لئے
راہ حق میں مستعد ہو گھر لٹانے کے لئے
ذبح ہو جائیں اگر بچے ترے کچھ غم نہ کر
تو متاعِ زندگی کھو جانے کا ماتم نہ کر
صبر کر اور تو خدا کو جان اپنا معتمد
بر سرِ اولادِ آدم ہر چہ آید بگزرد

مشہور قصہ ہے کہ ایک چرواہا کہہ رہا تھا کہ اللہ میاں تم کہاں ہو، مجھ کو مل جاؤ تو میں آپ کے پیر دابوں، سر میں تیل ڈالوں، کنگھی کروں، بکری کا دودھ پلاؤں۔ یہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنیں تو اس کو بہت ڈانٹا، چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ رکھتا تھا مگر محبت رکھتا تھا اس لئے حضرت موسیٰؑ کو اس کی رعایت کا حکم ہوا۔ قصہ اسرائیلیات کا ہے کس حد تک صحیح ہے کہا نہیں جا سکتا اور اگر صحیح بھی ہو تو شریعت محمدیؐ میں اس سے استنباط درست نہ ہوگا۔ تاہم قصہ سے اتنا ضرور حاصل کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا ایک طریقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور دوسرا طریقہ اس چرواہے کا، آپ خود فیصلہ کریں کہ کون سا طریقہ صحیح تھا، وہ چرواہا تو اپنی جہالت کے سبب قابلِ معافی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی عقل سے کام لیا تھا اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت میں ایسا نہ کیا تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے ڈانٹنے پر تھرّا گیا۔ لیکن جس شخص تک اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی معاملہ میں پہونچ چکا ہو اس کے بعد وہ اس معاملہ میں اس چرواہے کا سا عمل کرے اور کوئی اسے یاد دلائے کہ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے اس پر بھی وہ چرواہے والے عمل پر جما رہے تو کیا وہ قابلِ معافی ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت اور تعلق میں بہت سے کلمہ گو حضرات کا اسی طرح کا معاملہ ہے وہ ان کی عقیدت میں تعزیہ رکھتے ہیں، ڈھول، تاشا، جھانجھ، لیزم وغیرہ بجاتے ہیں اور اسے حضرت حسین کے غم میں غم کے باجے سے تعبیر کرتے ہیں، علَم بناتے ہیں جس پر سر یا پنجہ لگاتے ہیں، علم کے جلوس نکالتے ہیں اور اس سب کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی نشانی سمجھتے اور بتاتے ہیں، نوحہ اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور بعض لوگ سینہ کوبی بھی کرتے ہیں اور اس سب کو حضرت حسینؓ سے غم خواری بتاتے ہیں۔

بے شک اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو مکمل فرما دیا اور آپؐ نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو مکمل طور پر پہونچا دیا، زندگی کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہ رہا جس کے بارے میں اصولی یا تفصیلی احکام شریعت اسلامی میں نہ آ گئے ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ پیش آیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اس طرح کے متعدد نمونے پیش آ چکے تھے اور امت نے ایسے موقعوں کے احکام سے واقفیت حاصل کر لی تھی اور عملی نمونے دیکھ لئے تھے۔ شہدائے بدر اور شہدائے احد کے فضائل سے کون واقف نہیں سید الشہدا حمزہؓ کی شہادت کو کون نہیں جانتا، کفار قریش نے اہل ایمان پر کیا کچھ کم ظلم کئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان موقعوں پر نہ نوحہ کیا، نہ ماتم کیا، نہ غمی کا باجا بجا، نہ غمی کے جلوس نکلے، نہ غمی کی مجلسیں ہوئیں، نہ تعزیئے رکھے گئے، بلکہ آپؐ نے نوحہ و ماتم سے منع فرمایا، نوحہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی، آپؐ کے بعد کتنے لوگ شہید ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عین نماز کی حالت میں شہید کئے گئے، شہید کرنے والے بدبخت ابو لولو نے بھاگ نکلنے کے لئے نماز میں کھڑے متعدد لوگوں کو شہید کیا، حضرت عثمان کی شہادت تو ایسی مظلومیت کی ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں، فتنہ پرداز جو اپنے کو کلمہ گو کہتے تھے، ایک ماہ سے زیادہ آپ کا گھر گھیرے رہے، کھانا پانی بند کر دیا اور آخر کار روزہ کی حالت میں تلاوت کرتے ہوئے شہید کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لئے لوگوں کو اٹھاتے ہوئے مسجد جا رہے تھے کہ بدبخت عبدالرحمٰن خارجی نے آپ کو شہید کیا غرض کہ کتنے صحابہ، صحابہ کے سامنے شہید ہوئے کسی صحابیؓ نے کسی شہید کی یاد میں وہ نہ کیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کیا جاتا ہے خود حضرت حسین کے بیٹے حضرت علی بن حسین زین العابدینؒ نے بھی نہ تعزیہ رکھا نہ علم اٹھایا، اس سے بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عزاداری اور اس سے متعلق تمام چیزیں، تعزیہ داری اور اس کے متعلقات، سب شریعت میں اضافہ ہیں اگر ہم سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کا رسول مانتے ہیں تو ہم ان سب چیزوں سے اجتناب کریں، اگر ہم سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سے محبت رکھتے ہیں اور ان کو مانتے ہیں تو جس طرح وہ مرتے دم تک آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر جمے رہے اسی طرح ہم بھی آپ کے نانا جان اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر جمے رہیں اور تعزیہ داری جیسے ناجائز کاموں سے پرہیز کریں۔

بے شک حضرت حسین رضؓ پر ظلم ہوا، کہاں یزید اور کہاں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اگر آپ نے یزید کی خلافت پر بیعت نہیں کی تھی تو یزید کو آپ کا مقام سمجھنا چاہئے تھا، اگر وہ خلافت سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا تو اس پر لازم تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتا، اگرچہ آپ کی شہادت کی خبر یزید نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو ہر قیمت پر حضرت حسین رضؓ کی جان بچاتا، یہ کہہ کر وہ بری نہیں ہو سکتا، اس نے اپنی فوجی طاقت سے جو کرنا چاہا کیا، لہٰذا وہ چاہتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کر سکتا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ شہادت تو مقدر ہو چکی تھی پھر وہ کیا کر سکتا تھا تو پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت نہ کرنا بھی اس کے مقدر میں تھا، بے شک حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں شباب اہل الجنۃ کے سردار ہیں۔ یزید اس معاملہ میں کھلی ہوئی غلطی پر ہے، پھر بھی اس تاریخی واقعہ کی جائز طور پر بھی یادگار قائم کرنے میں بڑے اندیشے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یزید کے والد مکرم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جب کہ شیعہ حضرات معاذ اللہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں انھیں شیعہ حضرات نے تعزیہ داری کی بنا ڈالی اور اس کی آڑ میں تبرّا کے بہانے حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجنے کی بدترین بدعت نکالی، ہم سنیوں کو چاہئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت تو رکھیں، لیکن ان کی شہادت کے تاریخی واقعہ کی یاد قائم کرنے کی بدعت سے گریز کریں تاکہ اہل تشیع کی مشابہت سے بھی بچ سکیں اور لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ پر بھی عمل کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان سے بغض و کینہ نہ رکھنا، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت ہی کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے محمدؐ سے بغض رکھنے کے سبب ان سے بغض رکھا۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو فلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۰۴ کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر : ۳۴۲۱۵۷۸ ۔

خصہ ششم
کاروانِ زندگی
از :
حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی
مصنف کی سرگزشتِ حیات جس میں ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۶ء تک پیش آنے والے قومی ملی اہم واقعات اور حالات پر تأثرات اور ان سے اخذ کردہ نتائج، ایک داعی دین اور ملل و ادیان کی تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے مخلصانہ مشورے اور تبصرے، اندرون اور بیرونِ ملک کے طویل سفر، خاندان اور ملت کی اہم شخصیات کا انتقال علمی، دینی، اصلاحی کانفرنسوں اور سیمناروں میں شرکت کی روداد، ایک تاریخی مرقع کے علاوہ دعوتِ فکر و عمل بھی ہے،
قیمت ۹۰/- روپے
ناشر :
مکتبۂ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ نمبر ۲۲۶۰۱۸

ایک مطالعہ

کاروانِ زندگی جلد ششم

مصنفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

پروفیسر وصی احمد صدیقی

کاروانِ زندگی حصہ ششم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی وہ تصنیف ہے جو ابھی منظر عام پر آئی ہے اور جو تاریخی مرقع ہونے کے علاوہ فکر و عمل کی دعوت بھی دیتی ہے

یہ روداد صرف تین برس کی ہے ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۶ء تک کی۔ اس میں ملک کے اندر اور ملک کے باہر طویل اسفار کا بیان ہے۔ اس دوران ہونے والے اہم واقعات پر تبصرہ ہے یہ تبصرہ نتائج کی شکل میں سامنے آتا ہے حضرت مولانا تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کے زبردست واقفکاروں میں ہیں۔ جن حالات اور جن واقعات کو وہ بیان کر رہے ہیں۔ ان کے اسباب و علل پر غور کر کے وہ منطقی نتیجہ پر آتے ہیں جن کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی روداد میں پوری دلچسپی پیدا کرتے ہوئے قاری کے علمی۔ دینی اور اصلاحی جذبہ کو بیدار کرتی ہیں۔ اس بیان میں شوکت و جمال کا رنگ ہے۔ یہ تین برس جو حال کے ہیں ماضی اور مستقبل دونوں پر محیط ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ حضرت مولانا ابدیت کے اقلیم کی بھی سیر کرا رہے ہیں۔ یہاں سود و زیاں کا حساب نہیں صرف ستم زدہ اور فریب کھائی ہوئی انسانیت کو اپنے نقصان سے باخبر کرتا ہے حضرت مولانا کہہ رہے ہیں کہ اپنے ماحول کے تأثرات کی زنجیروں سے بندھے نہ رہو۔ اس عطیۂ الٰہی پر فخر کرو جو اس امی لقب کے ذریعہ سے تمہیں ملا تھا جس کو جو وہ سو سال گزر گئے مگر وہ ایسا ہی تر و تازہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

مسلمان کی شان اللہ کی رحمت کا انتظار کرنا ہے۔ یہ رحمت خوشی کا آئینہ دار ہوتی ہے ایسی خوشی جو پائیدار۔ عالمگیر اور مستقل ہے۔

حضرت مولانا نے محبت اور عقیدت سے جن کا ذکر کیا ہے انھیں مافوق الفطرت کو پیکر مرئی میں نہیں دکھایا ہے۔ بڑے بڑے مذہب کے واقفکاروں اور بے مثال ادیبوں کا ذکر کیا ہے مگر ان میں تصنعاتی تصور نہیں۔ نہ بت گری۔ نہ بت شکن کیونکہ کسی بت سے معاملہ نہیں۔ قصہ آفرینی عام انسان کی ایک پسندیدہ ادا ہے مگر حضرت مولانا کا اس سے معاملہ نہیں۔

کتاب کے مندرجات کے لیے الہامی لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے کیوں کہ بڑی صناعی۔ اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ آپ اسے وہبی کہہ لیں۔ تحریر اور تقریر کی بھی صناعی ہوتی ہے جو عطیہ غیبی ہوتی ہے۔

یہ کتاب اس لیے آفاقی نہیں ہوئی ہے کہ اس میں ہندوستان کے ساتھ اکسفورڈ۔ ترکی۔ مراکش مصر و عرب کا بھی ذکر ہے۔ یہاں جغرافیائی حدود اور ثغور سے معاملہ نہیں یہاں ایک عالی مقصد ہے بے حد خوبصورت اور بے حد فطری۔ مذہب جو سطور میں عیاں اور بین السطور میں نہاں ہے اس نے کسی ملک اور کسی زمانہ میں اپنی شکل نہیں بدلی ہے اس نظریۂ حیات کا بیان ہے جو اسلام کی دین ہے اور جو دوسرے سارے نظریوں سے بہت زیادہ فطرت کے مطابق اور بہتر ہے۔

وہ چشم باطن سے ہر گزری ہوئی چیز کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی مدد پر ان کا حافظہ۔ دانشوری علم اور تجربہ ہے۔ تخیل بھی ہے مگر وہ حقیقت سے گریز پا نہیں ہے اور حقیقت صرف واقعات کا مجرد بیان نہیں بہت سی ایسی باتوں کا ذکر ہے جو وقت کے گزرنے کے ساتھ تاریخ کی پہنچ سے باہر ہو جائے گی۔ عام حقیقت کو لے کر ایک برتر حقیقت کی تخلیق کی ہے۔ ان کا تعلق ماضی کے میٹھے اور سچے خوابوں سے ہے اور ایک شاندار مستقبل کی بشارت بھی دی جا رہی ہے اس مادی دنیا کے لیے بھی اور اس سے ماورا بھی۔

ہر بیان میں ایک حسن تکمیل بھی ہے۔

یہ مضامین جہاں مولانا کے اجتہاد ذاتی کا اظہار کرتے ہیں وہاں یہ بھی لگتا ہے کہ مجددین مجتہدین۔ مصلحین ایک جماعت میں اپنے تحائف مولانا کو دے رہے ہیں۔ میری مراد ان موجودہ دور کے مذہب کے واقف کاروں سے نہیں جنہوں نے مختلف سمیناروں میں بہترین الفاظ میں اخلاص اور محبت کی چاشنی کے ساتھ حضرت مولانا کے علم و فضل کو خراج عقیدت

پیش کیا ہے ان کا ذکر ابھی آئے گا۔ میرا مطلب ان برگزیدہ اور قدسی صفات ہستیوں سے ہے جو اپنا نام مذہب کی تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھوا کر آسودۂ خاک ہو گئے ہیں میری مراد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ یا شاہ ولی اللہؒ یا حضرت سید احمد شہیدؒ سے ہے۔

حضرت مولانا نے مختلف زمانہ میں بادشاہوں اور صدور مملکت کو خطوط بھی لکھے ہیں اس میں بھی سابق وزیر اعظم دیگوڑا کے نام ایک خط ہے۔ ان خطوں کو افضل الجہاد تو نہیں کہا جائے گا مگر ہیں یہ نصیحت سے مملو۔ ایسے خطوط جن میں نیک خواہشات اور دعائیں بھی نصیحت کی شکلیں لگتی ہیں۔

حضرت مولانا کی ہر تحریر مکمل اور مستند ہوتی ہے وہ بڑی سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں، وہ اصطلاحیں جن تک عوام کی رسائی نہیں۔ مولانا عوام کو مخاطب کرنے میں استعمال نہیں کرتے۔ ہم آہنگی توازن اور جامعیت تحریر کے وصف ہیں عقائد روایات نہیں ہیں۔ جانے بوجھے مضامین بھی پڑھتے وقت ایک نئی بصیرت کا انکشاف کرتے ہیں۔ مذہب کے بیان میں فلسفہ اور شاعری غیر شعوری طور پر حضرت مولانا کی تحریر میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ حسن کی تخلیق کرتی ہے۔ فکر و بصیرت سے پُر آپ ایک ایسے سمندر کو دیکھیں گے۔ جو حد نظر تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جس کی گہرائی کی ناپ ممکن نہیں۔ آپ سطح کے اوپر کے مشاہدات کے ساتھ سطح کے نیچے بہنے والی لہروں (UNDER CURRENT) کو بھی محسوس کریں گے۔

مولانا کا مذہب سے عشق وسیلہ بنتا ہے خدا کے عرفان کا۔ گو حضرت مولانا نے کہیں باطنی تجربات کا ذکر نہیں کیا ہے مگر وہ نہ نظر آتے ہوئے بھی خارجی تجربوں سے مربوط ہیں۔ مولانا کے بیان کرنے کا عمل غموں خوشیوں۔ امیدوں۔ اندیشوں، خواہشوں اور حسرتوں سے بالکل یکساں معاملہ رکھتا ہے۔

اس کتاب میں ان لوگوں کا بھی ذکر ہے، جو ان تین برسوں میں انتقال کر گئے۔ حضرت مولانا سے ان کا رفاقت اور محبت کا تعلق تھا۔ ان کا ذکر تو برائے چراغ میں ہونا چاہیے۔ مگر جب حضرت مولانا نے اپنی زندگی کے شب و روز کو چلتے ہوئے کارواں سے تشبیہ دی ہے تو پھر یہ لوگ رفیق سفر ہوئے۔ پھر ان سے مفارقت مولانا کے لیے حزن کا باعث کیوں نہ ہو۔ کیسی دلسوزی سے حضرت مولانا نے ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ شہرت اور ناموری کے افق پر نہیں چمک رہے تھے۔ ان کا اخلاص اور ان کے کارنامے صرف ان کے قریب جاننے والوں کی نظر میں ہیں مگر حضرت مولانا نے ان کی قدر پہچانی۔ اور حضرت مولانا کی تحریر سے بہت سے لوگ ان کے انتقال کے بعد ان سے واقف ہوئے۔ مولانا مرتضیٰ صاحب۔ مولانا عبدالسمیع صاحب مولوی غیاث الدین ندوی۔ مولوی نجم الدین صاحب شکیب ندوی اور اس طرح کے دیگر حضرات کا محبت سے ذکر کیا ہے اور ان کے رفع درجات کے لیے مولانا نے صمیم قلب سے دعا کی ہے۔

آئیے اب کتاب کے مندرجات پر نگاہ ڈالی جائے۔ یہ مولانا کے خیالات اور ان کے کارنامے، مشاہدات و تأثرات۔ دعوت و تحریک پر مشتمل ہیں۔ ان میں اسلامی ممالک اور مملکت اسلامیہ کے رجحانات، تأثرات واقعات اور ان کے ردعمل کا بیان ہے۔ اپنے گرد و پیش کے حالات پر بھی نظر ڈالی ہے اس کارواں کی کوئی منزل منزل آخر نہیں کہیں بیٹھ کر سستانا اور آرام کرنا نہیں۔ یہ کارواں رواں اور دواں ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

ابتدا ندوۃ العلماء کے اہتمام کے لیے انتخاب سے ہے، یہ قرعۂ فال بڑے فرزانہ کے نام نکلا۔ ندوہ کے مہتمم کے لیے جو صفات لانے چاہیئے وہ مولانا رابع حسنی ندوی کے ذات میں بدرجۂ کمال موجود ہیں۔ عربی زبان و ادب کے ماہر۔ صاحب قلم۔ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر اسلامک اسٹڈیز اکسفورڈ کے عالمہ کے ممتاز رکن، اس اعلیٰ انتظامی عہدہ کے لیے ان سے زیادہ کوئی موزوں نہ تھا۔ یہ انتخاب ندوہ کے اساتذہ اور اعلیٰ ذمہ داروں کے لیے بڑی پسندیدگی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے، وہ اور ندوہ لازم و ملزوم ہیں۔

حضرت مولانا کے والد محترم مولانا حکیم عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں محتاج تعارف نہیں۔ نزہۃ الخواطر جیسی جامع اور حاوی تذکرہ کی نظیر اسلامی اور عرب ممالک میں کہیں نہیں ملے گی۔ مولانا نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ ابھی حال میں اردو اکاڈیمی نے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر ایک سیمینار کیا تھا۔ بڑے علمی مقالے پڑھے گئے۔ "لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"۔

صوبائی دینی تعلیمی کونسل میں حضرت مولانا نے "ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ" کے عنوان سے

اپنا مقالہ پڑھا جو ایک بے مثال دعوتی مقالہ تھا۔ پورا مقالہ اس آیت کی تفسیر تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو بدل نہیں دیتے

رابطہ ادب اسلامی کا اجلاس جامعہ سلفیہ بنارس میں ہوا، جس میں "حدیث نبوی کے ادبی مقام اور امتیازات" کے عنوان پر بڑے علمی مقالے پڑھے گئے۔

حضرت مولانا جب مولانا عبید الرحمٰن خانصاحب شیروانی کے نام سے تعمیر شدہ ہوسٹل کی سنگ بنیاد رکھنے علی گڑھ گئے تو انھوں نے سرسید ہاؤس میں ایک بڑی دلپذیر تقریر کی، تقریر کا ماحصل یہ نصیحت تھی کہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل کے سامنے جو جلوس چلتا ہو وہ نیک نامی، بلند نگاہی اور پاکدامنی کا جلوس ہو۔

مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لیے جو تحریک شروع ہوئی حضرت مولانا نے اس کی بڑی ہمت افزائی کی اور اس کے بڑے اچھے تاثرات مرتب ہوئے بس یہی پیغام تھا کہ اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

۲۰ اگست ۱۹۹۴ء کو مولانا کا ایک طویل سفر شروع ہوا۔ وہ آکسفورڈ کے اسلامک اسٹڈیز کے سالانہ جلسہ انتظامی میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا رابع شریک سفر تھے۔ اس باوقار سنٹر کے حضرت مولانا صدر ہیں حضرت مولانا نے خطبۂ صدارت میں کہا کہ کس کو یہ خیال ہوگا کہ آکسفورڈ میں ادب اسلامی اور ادب اخلاقی و روحانی پر بات چیت ہوگی۔

واپسی میں مولانا کو مراکش کے شہر وجدہ میں جانا تھا مگر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے بہت سخت اصرار ہوا۔ مولانا وہاں تشریف لے گئے، جو خطبہ پڑھا وہ انتہائی ملفوظ تھا۔ خطبہ کی جان یہ نشاندہی تھی کہ مغربی طاقتوں نے سمجھ لیا ہے کہ طاقت کے بل بوتے پر اس امت کو ختم نہیں کیا جاسکتا اب دینی معنوی۔ اخلاقی طاقت کو ختم کرکے اس امت کی طاقت کو توڑنے کا منصوبہ بنایا گیا اور امریکا کے اثرات مؤتمرات و ذرائع ابلاغ اور متحدہ اقوام کے ذریعہ یہ کام کرایا جارہا ہے

وہاں سے حضرت مولانا وجدہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے مدینہ طیبہ۔ پھر مکہ معظمہ ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لائے۔

حضرت مولانا نے سورت کے عظیم طاعون کا ذکر کیا۔ یہ وہ دہشتناک وبا تھی جس میں ہزاروں اہل ہنود ختم ہوگئے۔ اور لاکھوں سورت چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس شہر میں فرقہ وارانہ فساد اور مسلم آزاری بہت بڑھ گئی تھی۔ غیر مسلموں نے اس کو آسمانی قہر سمجھا (اور ٹھیک سمجھا) یہ اللہ کا عذاب تھا۔ اور لوگوں نے اس سے عبرت حاصل کی۔

اب حضرت مولانا، ندوۃ العلماء پر پولیس کے چھاپے کا ذکر لاتے ہیں۔ کیمپس میں دو بجے رات کو پولیس کی ایک بھاری نفری پرنسپل وارڈن کو اطلاع دیئے بغیر داخل ہوئی۔ ایک ہوسٹل کو گھیر لیا۔ ٹیچروں کو دھمکایا۔ ایک درجن سے زائد راؤنڈ فائر کئے چھ طلباء کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔

اس حادثہ کا زبردست ردعمل ہوا مولانا نے پریس کانفرنس بلائی اس میں حقیقت پسند معززین شہر بشمول اہل ہنود شریک ہوئے یہ ساری کارروائی انتہائی اشتعال انگیز تھی۔ وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو نے اس مسئلہ میں ذاتی دلچسپی لی، ان کی ہدایت پر گرفتار طلبہ رہا کئے گئے، ہندوستان، عرب اور بیرونی ممالک میں اس کا ردعمل ہوا، اس پورے واقعے کی تفصیل جناب شارق علوی نے FIASCO IN NADWA نامی اپنے مقالے میں بیان کی ہے۔ (جاری)

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupkettle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

- جامعۃ الفلاح (مشرقی یوپی) کے ایک معروف تعلیمی ادارہ) میں منعقد سمینار (اکتوبر ۹۶ء) کے لیے لکھا گیا مقالہ۔

عصر جدید کے ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ پر علمائے ہند کی خدمات

مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ

۲۔ مولانا محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ)

مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی کے بالکل معاصر (صرف ایک سال بعد وفات پانے والے) ان کے علمی مشیر اور شب و روز کے ساتھی "مولانا محمد حسن سنبھلیؒ" نامی ایک زبردست عالم گذرے ہیں، جن کی شخصیت۔ کم و بیش۔ مولانا عبدالحیؒ موصوف ہی کی طرح، ان کے تذکرہ نگاروں۔ جن میں خود مولانا عبدالحیؒ بھی شامل ہیں کے بیانات اور تحریروں سے معلوم ہوتی ہے، ایسا ہی تفقہ، تصنیفات میں وہی محققانہ شان، مختلف و متنوع موضوعات پر قلم کی جولانیاں، مگر فن حدیث و فقہ میں خصوصی امتیاز۔

مولانا محمد حسن سنبھلیؒ کے بارے میں صاحب "نزہۃ الخواطر" جیسے محتاط مورخ نے لکھا ہے۔ (ص ۴۴۱ ج ۸)

"لقیته بلکناؤ، فوجدته ذکیًا فطنًا، حاد الذهن، سریع الملاحظة ذا حافظة عجیبة وفکرة غریبة، تفرد فی قوة التحریر، وغزارة الاملاء وجزالة التعبیر، ومسارعة العلم" میں نے ان سے لکھنؤ میں ملاقات کی ہے انھیں نہایت ذہین، ذکی، نہایت قوی حافظہ والا، ایک نظر میں لوگوں کو تاڑنے کی قوت کا مالک پایا۔ غور و فکر کی صلاحیت میں بہت ممتاز اور قوت تحریر اور سرعت کتابت میں یگانۂ روزگار تھے، عبارت بڑی پختہ اور پر مغز لکھتے۔

اس کے بعد کچھ اور اوصاف ذکر کرنے کے بعد، تصانیف کی فہرست پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من مصنفاته شرح مختصر علی الیاغوجی، صنفه فی یوم واحد وسوانح الزمن علی شرح السلم للمولوی حسن، ونظم الفرائد علی شرح العقائد، وشرح علی اصول الشاشی وتعلیقات مبسوطة علی هدایة الفقه وتنسیق النظام لمسند الإمام، حاشیة بسیطة علی مسند الإمام أبی حنیفة؟... مع مقدمتها المبسوطة (کلها مطبوعة) وصحح الحمایة علی شرح الوقایة مع المقدمة، وهی أحسن مؤلفاته رأیته..... وله غیر ذلک من المصنفات عدها فی مقدمة "صحح الحمایة مأة کتاب"۔

ان کی تصنیفات میں الیاغوجی (منطق) کی شرح جو ایک دن میں لکھی، ملا حسن (منطق) کی شرح "سوانح الزمن" شرح عقائد (کلام) کی شرح نظم الفرائد، اصول شاشی (اصول فقہ) کی شرح، ہدایہ (فقہ) کا نہایت مفصل حاشیہ، امام اعظم ابو حنیفہ کے مجموعہ احادیث "مسند الامام" کی شرح تنسیق النظام مع قیمتی مقدمہ کے (یہ سب طبع ہو چکی ہیں) نیز شرح وقایہ (فقہ) کی شرح صرح الحمایہ مع مقدمہ، جو میں نے دیکھی ہے یہ ان کی بہترین تصنیفات میں ہے اس کے علاوہ بھی اور تصنیفات ہیں جن کی تعداد ایک سو ہے جیسا کہ خود انھوں نے اس میں تصریح کی ہے۔

اس بیان سے اندازہ کر لینا مشکل نہیں کہ مولانا مختلف متداول علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ قلم کے دھنی اور حافظہ کی قوت میں ممتاز تھے، اس کے بعد مولانا سنبھلیؒ کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی، البتہ اتنی وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ یوں تو مولانا موصوف کی تمام تصانیف ہی تحقیق و تدقیق کی آئینہ دار اور ان کے مطالعہ کی وسعت پر شاہد عدل ہیں، مگر ان میں "تنسیق النظام" اور حنفی اصول فقہ کی مشہور درسی کتاب "اصول الشاشی" کے حواشی، اور "شرح وقایہ" کی تعلیقات (جو بدقسمتی سے اب تک غیر مطبوعہ ہیں)، نیز "ہدایہ" کا حاشیہ بہت ممتاز ہے، ان میں بھی اول الذکر کا بہت اعلیٰ مقام ہے۔ اسی سے مولانا کی مجتہدانہ شان نمایاں ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے تمام اہل علم نے مولانا کی برتری تسلیم کر لی ہے۔ "ہدایہ" پر مولانا کے حواشی بھی بہت ممتاز ہیں، جو ہدایہ کے حاشیہ پر ہی طبع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں، اگرچہ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی کے حاشیۂ ہدایہ جیسی مقبولیت اسے حاصل نہیں ہو سکی (جس کے اسباب اللہ علیم

ذخیرے کے علاوہ کوئی نہیں جانتا) حالانکہ بعض مواقع پر مولانا فرنگی محلیؒ کے حاشیے بھی وہ فائق ہیں۔

مولانا سنبھلی کی قدر اس بات کو سامنے رکھ کر اور بڑھ جاتی ہے کہ ان کے پاس نہ مولانا فرنگی محلیؒ جیسا کوئی آبائی و موروثی کتب خانہ تھا اور نہ ایسے اور اتنے وسائل، جیسے کہ مؤخر الذکر کو حاصل تھے، اور نہ کسی معروف درسگاہ یا ایسے مشہور استاد سے مستفید ہوئے اگرچہ مولانا عبدالحیؒ نے (سعایہ اور عمدۃ الرعایہ کے مقدمہ میں) مولانا سنبھلی موصوف کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تلمیذ بتایا ہے، مگر اندازہ ہے کہ اسی تلمذ کی نوعیت بس جزوی استفادہ کی ہی ہوگی۔ پھر بھی انھوں نے علمی دنیا پر وہ احسان کیا جس کی نظیریں۔ تاریخ اسلام میں۔ کم ہی ملتی ہیں۔ (اکرم اللہ مثواہ وجعل الجنۃ مأواہ)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۳۲۳ھ)

چودھویں صدی کے اوائل میں جو علمائے ربانیین، چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا نام و مقام۔ غالباً۔ سب سے بلند ہے، مولانا نے اگرچہ تحریری و کتابی طور پر تو تصنیفات کا بڑا ذخیرہ نہیں چھوڑا، مگر فقہی جوابات اور فتاویٰ کے عظیم ذخیرے (جو تین جلدوں میں طبع ہوئے) اور اس سے بھی بڑھ کر فقہاء کی ایک پوری جماعت تیار کر کے فقہ کی جو گرانقدر خدمت انجام دی، اس کی نظیر پچھلی صدیوں میں ملنا مشکل ہے۔ مولانا کے فقیہ النفس اور فقیہ ہی نہیں۔ فقیہ گر ہونے کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم و محدث اور حافظہ کی قوت میں ضرب المثل، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے موصوف کو علامہ ابن عابدین شامی سے بڑا فقیہ قرار دیا، فقہ اور حدیث میں حضرت کی وسعت و دقت نظر کی بے شمار شہادتیں ان کے درس بخاری و ترمذی کی املائی تقریروں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جن سے علامہ کشمیریؒ کے قول کی صحت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ان دونوں۔ بخاری و ترمذی۔ کے درس کی تقریریں ان کے شاگرد رشید و نجیب علامہ محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے قلم بند کیں، جنہیں ان کے خلف الرشید محدث کبیر (ان کا علم ہی گویا۔ "شیخ الحدیث" بن گیا) مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیش قیمت اور گرانقدر علمی حواشی سے مزین فرما کر "لامع الدراری" اور "الکوکب الدری" کے نام سے طبع کرایا اور عام استفادے کا موقع فراہم کیا۔ (فجزاھم اللہ خیر الجزاء)۔

حضرت گنگوہیؒ کے درس و تربیت میں کتنے ذرے آفتاب و ماہتاب بنے، جنھوں نے بیش قیمت علمی و فقہی خدمات انجام دیں، ان کی صحیح تعداد، اللہ علیم و خبیر کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ نمونے کے لئے چند نام ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمود حسنؒ شیخ الہند مدرسین دار العلوم دیوبند، جن کے علو درجت کا ایک زمانہ قائل ہے، جن کی لیاقت اور تربیت کی صلاحیت کا ثبوت ان کے وہ تلامذہ ہیں، جن کے علم و تفقہ، تدین و تقویٰ کی دنیا قائل ہے، (مثلاً علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ رحمہم اللہ)۔

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ جن کی ذات کتنی اعلیٰ اور ان کا مقام کتنا بلند تھا، اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان کی گرانقدر تصنیف "بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد" (۱۸ جلدوں میں) اور ان کے تربیت یافتہ، بلکہ ساختہ پرداختہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی صفات و کمالات کا مطالعہ کافی ہوگا۔

۳۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (پدر بزرگوار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) مولانا محمد یحییٰ صاحب کی ذہانت و فطانت، بلکہ فقاہت و قابلیت اور عربی زبان پر ان کی قدرت کا اندازہ ان کی مرتب کردہ اپنے استاذ کی درسی و املائی۔ بخاری و ترمذی کی تقریروں سے کیا جا سکتا ہے (یعنی لامع اور کوکب سے)۔

حضرت گنگوہیؒ کے تلامذہ میں سے بغرض اختصار اس وقت صرف ان تین کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حضرت گنگوہیؒ نے کاغذی کتابیں تیار کرنے بجائے انسان بنانے کی خدمت زیادہ انجام دی ہے، جو پہلے کام کے مقابلے میں کہیں زیادہ دشوار، دور رس نتائج کا حامل اور ضروری ہے۔ ویسے حضرت کی متعدد تصانیف بھی ہیں، جو زیادہ تر مناظرانہ انداز کی ہیں (کیونکہ اس وقت اسی کی ضرورت تھی) البتہ "زبدۃ المناسک" حج کے مسائل پر حضرت کی فقہ پر معروف اور مفید کتاب ہے۔

۴۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ (م ۱۳۴۶ھ)

مفتی صاحب اس علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے اندر علوم دینیہ کا تسلسل کئی نسلوں سے برابر بلا انقطاع چلا آ رہا ہے۔ اور بڑے بڑے علماء، مصلحین، محققین اور اہل علم و اصحاب ورع و تقویٰ پیدا ہوئے، ان میں مفتی صاحب موصوف کے برادر اصغر۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام (پاکستان)

کی شخصیت سے کون مسلمان ناواقف ہوگا۔ مفتی صاحب نے اسی گہوارۂ علم اور دیوبند جیسے مردم خیز خطہ میں آنکھیں کھولیں، پھر وہیں کی خاک کا پیوند بنے۔

آں مخدوم یوں تو تمام علوم دینیہ میں ماہرانہ دستگاہ رکھتے تھے، مگر علم فقہ و فتاویٰ میں ان کا جو مرتبہ ہے، برصغیر کے اندر وہ کم کسی کے حصہ میں آیا ہوگا۔ تقریباً چالیس سال ہندوستان میں علوم اسلامیہ خاص طور پر حدیث و فقہ کے سب سے بڑے مرکز دار العلوم دیوبند کے منصب افتاء پر فائز رہے، آخر میں صدر مفتی کے عہدہ پر فائز اور "مفتی اعظم" کے لقب سے بجا طور پر ملقب ہوئے۔ مفتی صاحب کی جلالت شان اور فقہ میں ان کے بلند مقام ہونے پر ان کے فتاویٰ کا وہ عظیم ذخیرہ شاہد عدل ہے جس کا صرف ایک حصہ ہی ۱۲ ضخیم جلدوں میں سما سکا ہے۔ ہر جلد کم و بیش تین چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور دار العلوم کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔ اندازہ ہے کہ اس کے اندر کوئی پندرہ بیس ہزار زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کے جوابات آ گئے ہوں گے۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فتاویٰ اپنے زمانہ کی تہذیب و ثقافت، تمدن و حالات کے آئینہ دار ہوتے ہیں، حسن اتفاق سے مفتی صاحبؒ نے وہ زمانہ پایا جو اصطلاحاً "جدید" کہلانے کا مستحق ہے، بلکہ اسے "جدید" کہا جانا ہے۔ اس بنا پر ان کے فتاویٰ اور بھی زیادہ اہمیت کے حامل ہو گئے ہیں کہ ان میں عصر جدید کے مسائل کا حل بڑی حد تک مل جاتا ہے۔

موصوف کا چونکہ فن "فقہ و فتاویٰ" اوڑھنا بچھونا تھا، اس لئے کسی اور علم یا تصنیف کی طرف توجہ نہیں فرمائی، پھر بھی تفسیر کی مشہور کتاب "معالم التنزیل للبغوی" پر حواشی، ان کی مطبوعہ یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ فن بلاغت پر شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی کی "میزان البلاغۃ" پر بھی حاشیہ لکھا۔ (ارحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، وأدخلہ فسیح جناتہ)۔

اداریہ (بقیہ)

مگر یہی منطق اس وقت نہیں دہرائی جائے گی جب ریلوں کے ٹکرانے سے ہوائی جہازوں کے تصادم سے، گیس کے پھٹنے سے زلزلوں سیلابوں میں ہلاک ہونے سے حوادث پیش آئیں۔ کمبھ میلے میں کئی ہزار یاتری ہلاک ہو گئے تھے اس وقت کسی کو کوئی سیاسی تضیہ یاد نہیں آیا تھا حالانکہ مسلمانوں کے لئے ہر آن تسلی کا سامان موجود ہے۔ غم ان پر پڑا جس طرح دوسری قوموں پر پڑتا ہے، مگر مسلمان اللہ سے ایسی امیدیں رکھتے ہیں جن سے دوسرے محروم ہیں۔

"اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ" (النساء۔ ۱۰۴)

اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی الم رسیدہ ہیں جیسے کہ تم الم رسیدہ ہو اور (دیگر) تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے۔

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترتیب دیجئے

ایک تصحیح

۱۰ر اپریل کے شمارہ میں مولانا ڈاکٹر لقمان اعظمی ندوی کے مرتبہ مجموعہ احادیث کے ترجمہ پر تبصرہ میں مولانا ڈاکٹر لقمان ندوی کا تعارف کراتے ہوئے تبصرہ نگار نے ان کو حائل کے ٹریننگ کالج کا لکچرر لکھ دیا ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب موصوف جو مانشاء اللہ ایک عالم و محدث بھی ہیں رئیس قسم الدراسات الاسلام یعنی صدر شعبہ دینیات ہیں امید ہے کہ موصوف اس فروگذاشت کو معاف فرمائیں گے اس مجموعہ احادیث کی انفرادیت و افادیت کے اعتراف میں کوئی کمی اس نکتہ سے واقع نہیں ہوئی ہے۔

ادارہ

دعائے مغفرت

شعبۂ تعمیر و ترقی کے اہم کارکن مولانا محمد سلیم صاحب ندوی کے حقیقی بڑے بھائی جناب عبدالخالق کا لکھنؤ میں ۲ر مئی ۱۹۹۷ء کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، متقی، پرہیزگار آدمی تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ سے بیعت تھے اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے عقیدتمندانہ تعلق رکھتے تھے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● معروف اردو شاعر عرفی فیض آبادی کے والد اور مولانا حسن مجتبیٰ صاحب پرتاپ گڈھی مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی حکیم حسن مرتضیٰ صاحب عرف حکیم ابن صاحب کا ۲۴ر مارچ ۱۹۹۷ء کو انتقال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س:۔ ایک باوضو شخص نے انجکشن لگوایا جس سے کچھ خون نکل آیا تو وضو باقی رہا یا نہیں؟

ج:۔ اگر انجکشن لگوانے سے اتنا خون نکلا کہ بہہ گیا تو وضو باقی نہیں رہا اور اگر تھوڑا سا خون نکلا جو بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

س:۔ اگر کوئی شخص سوتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

ج:۔ نہیں! سوتے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے" ولایقع طلاق الصبی و ان کان یعقل والمجنون والنائم" فتاویٰ عالمگیری ص۳۵۳ ج ۱۔

س:۔ کیا کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے۔؟

ج:۔ غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

س:۔ اگر کوئی غیر مسلم ہو تو اسے السلام علیکم کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ نہیں! غیر مسلم کو سلام نہیں کرسکتے ہیں، اگر وہ السلام علیکم کہیں بھی تو اس کے جواب میں السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ سلامتی اس پر جو ہدایت قبول کرے۔ کہنا چاہئے۔

س:۔ تعزیہ سازی جائز ہے یا نہیں نیز اس سے مراد دین مانگنا کیسا ہے؟

ج:۔ تعزیہ سازی کا ناجائز ہونا، اور اس کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے، قرآن پاک میں ہے: اتعبدون ما تنحتون" کیا ایسی چیز کی پرستش کرتے ہو جن کو خود ہی تراشتے اور بناتے ہو، ظاہر ہے انسان اپنے ہاتھوں سے تعزیہ بناتا ہے اور پھر اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں منتیں مانی جاتی ہیں، اس سے اولاد و صحت کی دعا کی جاتی ہے، سجدہ کیا جاتا ہے۔ اس کی زیارت کو زیارت حسینؓ سمجھا جاتا ہے، یہ ساری باتیں شریعت کے منافی ہیں۔ علامہ سندھیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رافضیوں کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ حضرت حسینؓ کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اور اس کو مزین کرکے گلی کوچوں میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یا حسینؓ یا حسینؓ پکارتے رہتے ہیں اور فضول خرچ کرتے ہیں یہ سب باتیں بدعت و ناجائز ہیں اور اس مسئلہ میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ تعزیہ داری قطعاً بدعت و ناجائز ہے۔

س:۔ ماہ محرم کا تاریخی پس منظر کیا ہے اس کی ابتدا کیسے ہوئی۔ اس کی اہمیت کیا ہے اسی طرح اور دوسرے مہینوں کی اہمیت کیا ہے اور کس لئے معروف و مشہور ہیں؟

ج:۔ عربی سال کا ابتدائی مہینہ محرم ہے اور آخری ذی الحجہ قدیم زمانہ (زمانہ جاہلیت) سے انھیں ناموں کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ اہل عرب نے مہینوں کے نام موسم یا کسی اور وجہ سے رکھ لئے تھے مثلاً محرم اس لئے کہ اس میں جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے اور ذیقعدہ اس لئے کہ یہ زمانہ فراغت کا ہے مثلاً رجب اس لئے کہ اس کے معنیٰ عظمت کے ہیں اس ماہ میں ایک خاص قسم کی قربانی فرض کر رکھی تھی، جس کی وجہ سے اس مہینہ کو عظمت حاصل تھی، اس کے ساتھ کبھی اہل عرب اپنی ضرورت کے لحاظ سے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کردیا کرتے تھے۔ مثلاً ان کو محرم میں جنگ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس میں جنگ کرلی اور محرم کو دوسرا مہینہ قرار دے دیا اسلام نے ان مہینوں کو تو باقی رکھا، مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقدیم و تاخیر سے جو فرق پیدا ہوگیا تھا اس کو ختم کردیا۔

س:۔ ماہ محرم میں حضرت حسینؓ کی محبت کے گمان میں تعزیہ داری کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اس کی کیا اصل ہے؟

ج:۔ ماہ محرم میں حضرت حسینؓ کی محبت کے گمان میں تعزیہ داری بدعت ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ہر سال حضرت حسینؓ کی تعزیت کی جاتی ہے یہ مکروہ تحریمی ہے، اصلاً ماہ محرم میں تعزیہ داری روافض کی ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، اس کی اسلام میں کوئی اصل نہیں، خیر القرون میں اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔

قرآنِ کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا ان صفحات پر یہ آیات و رموز ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

مشہور داعی و محدث مولانا محمد منظور نعمانی کی وفات سے

دین و ملت کی قوت کا ایک بڑا سرچشمہ بند ہوگیا

نذر الحفیظ ندوی ازھری۔

۴ر مئی کی شب ہے دار العلوم میں عشاء کی نماز ہوچکی ہے، اچانک مسجد کے مائک پر اعلان ہوتا ہے کہ مشہور عالم دین و مبلغ و ممتاز مصنف مولانا محمد منظور نعمانی کا انتقال ۸ بجے ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ پر بجلی بن کر گری، ہر شخص عالم اسلام کے اس داعی و محدث کے انتقال پر ملول و افسردہ تھا اعلان سنتے ہی طلبہ و اساتذہ گروہ در گروہ مولانا مرحوم کی قیام گاہ پہنچنے لگے۔ جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہا

یوں تو تقریباً دس سال سے مولانا صاحب فراش تھے کئی بار نرسنگ ہوم میں داخل کئے گئے پھر طبیعت بہتر ہوگئی، اس معذوری و بیماری کی حالت میں سنبھل، دیوبند، اور لکھنؤ کے سفر ہوتے رہے گذشتہ مہینہ طبیعت خراب ہوئی تو پھر نرسنگ ہوم میں داخل کئے گئے شہر کے اہل تعلق اور دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ برابر ان کی عیادت کو جاتے رہے انتقال کے وقت مہتمم صاحب دار العلوم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیہ، ایڈیٹر الرائد مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور دیگر اساتذہ موجود تھے۔ حادثۂ فاجعہ کی خبر ملتے ہی حضرت اقدس مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کو رائے بریلی فون کے ذریعہ مطلع کیا گیا جن سے پچاس سال سے زیادہ کی رفاقت شب و روز کی تھی اور دونوں حضرات ایک دوسرے کو رفیق محترم بن کے خطاب کرتے تھے، دین و ملت کے بیشتر کاموں میں ایک دوسرے کے شریک و سہیم تھے۔

یہ اندازہ کرکے نماز جنازہ میں بڑی تعداد میں لوگ ہوں گے، دار العلوم کی انتظامیہ نے فیلڈ میں مائک لگوایا۔ اس کے ساتھ صفوں کی درستگی کے لیے لائنیں کھنچوادی گئیں، گیٹ کے پاس ٹھنڈے پانی کا انتظام کردیا گیا، دار العلوم کے تمام شعبے اور دفاتر بند کردیئے گئے۔

حضرت مولانا مدظلہ آٹھ بجے صبح رائے بریلی سے تشریف لے آئے اخبارات میں مولانا مرحوم کے صاحبزادوں کی طرف سے یہ اعلان آگیا کہ ۹ بجے دار العلوم میں نماز جنازہ مولانا قاری صدیق صاحب پڑھائیں گے، اس اعلان کے مطابق شہر کے اہل تعلق آٹھ بجے ہی سے آنے لگے۔ جب ۹ بجے جنازہ دار العلوم کے گیٹ سے داخل ہوا تو حضرت مولانا اور دار العلوم کے دیگر ذمہ داروں نے۔ جو جنازہ کے انتظار میں گیٹ کے پاس موجود تھے مولانا مرحوم کا آخری دیدار کیا۔ سخت دھوپ اور تپش کے باوجود آدھے گھنٹہ پہلے سے میدان میں صفیں لگ گئیں۔ دار العلوم کے حدود میں اساتذہ و طلبہ اور اسٹاف کی تعداد تقریباً دو ہزار سے زیادہ ہی ہے۔ اس کے علاوہ ملحقہ مدارس و مکاتب (مدرسہ عرفانیہ، مظہر الاسلام بلوچپورہ، اور رحیمیہ مئو، ضیاء العلوم و فلاح المسلمین تیندوا رائے بریلی) کے اساتذہ و طلبہ بھی خبر سن کر آگئے، اعلان شدہ پروگرام کے مطابق مولانا قاری صدیق صاحب باندوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ دین مبین کے اس داعی و مبلغ کو اپنے دوش پر تدفین کے لیے عیش باغ لے گئے۔ جو ۵-۶ کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے راستے میں شہر کے حضرات بھی ساتھ ہوتے گئے۔ طلبہ کے ہجوم کی وجہ سے جنازہ کا ایک سرا ڈالی گنج پل پر تھا تو دوسرا سرا دار العلوم کے گیٹ پر، شہر کی انتظامیہ نے ٹریفک کو روک دیا، پانی کے ٹینکر بھی مہیا کردیئے اس طرح دو گھنٹے میں یہ جنازہ آخری منزل تک پہنچا، وہاں شہر لکھنؤ کے اہل تعلق اور تبلیغی جماعت کے پرانے رفقاء پہلے سے موجود تھے اس طرح ایک بڑے مجمع کی موجودگی میں علم و فضل کی حامل شخصیت، دینی غیرت و حمیت کی نعمت سے مالا مال داعی حدیث نبوی کے خادم اور دین و ملت کے اس گنج گراں مایہ کو سپرد خاک کردیا گیا۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قارئین تعمیر حیات سے اسلام کے اس مخلص خادم کے حق میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

ایک فلپینی عیسائی کا قبولِ اسلام

مسعود حسن حسنی

نام :- فیلیکس احمد۔ سکونت :- فلپین، کام :- کسی کمپنی میں سکریٹری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

فیلیکس احمد کا کیا قصہ ہے اور کیسے ان کی اسلامی زندگی کی شروعات ہوئی، وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں،

میرے والد تقریباً ۳۰ سال کا عرصہ ہوا، سعودی عرب نوکری کی غرض سے گئے اور وہیں انھوں نے اسلام قبول کر لیا، میں اپنی والدہ سے سنتا رہتا تھا کہ میرے والد نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن نہ ہی مملکت سعودی عربیہ سے واقف تھا اور نہ ہی اسلام کے بارے میں کچھ جانتا تھا، لیکن اپنے والد سے ملاقات کی غرض سے سعودیہ جانے کا خواہشمند ضرور تھا۔

حسن اتفاق سے مجھے سعودی عرب میں ملازمت مل گئی، میں نے رخت سفر باندھا اور جہاز میں سیٹ ریزرو کرالی۔

میں ہوائی جہاز میں سوار ہوا، حسب معمول سیٹ بلٹ باندھی۔ سعودی ایئر لائنس کے رواج کے مطابق جہاز بہ روانگی سے پہلے سفر کی دعا پڑھی گئی، جس کو مسلمان سفر کے وقت پڑھتے ہیں، میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ دعا اثر انداز ہوئی اور مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی جیسے ایک ایسا پیغام ملا جس سے میں نا آشنا تھا، اور اس پیغام نے میرے اندر یہ احساس جاگزیں کر دیا کہ یہ سفر پُرسکون ہوگا، میرے اندر اس کلام کے سننے کی مزید خواہش پیدا ہوئی اور اس دعا کے سننے کی پیاس میرے اندر اور بڑھی کیوں کہ اس دعا، ہی سے مجھے سکون ملا تھا۔

آپ کو یہ سن کر ضرور تعجب ہوگا کہ جس دعا نے میری روح کو آرام پہنچایا۔ میرے اندر طمانیت کا احساس جاگزیں کیا میں اس کے معنی سے ناواقف تھا۔

تیسری چیز جس نے مجھ کو اسلام سے متاثر کیا، وہ نماز کا منظر، باہم سلام و کلام کرنا اور اچھا معاملہ کرنا ہے۔ سعودیہ میں میں نے کام شروع کر دیا، میرے والد مسلمان تھے، مجھ کو بھی اسلام کی دعوت دیتے۔ لیکن میں ان سے ملنے کا اہتمام نہیں کر پاتا تھا۔

سعودی عرب میں بعض ایسے حالات پیش آئے اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ ہوا جنھوں نے میری بیداری کو اور بڑھا دیا۔

مجھ کو اس وقت تعجب ہوتا تھا جب میں مسلمانوں کو پانچ وقت کی نمازوں کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے دیکھتا کیونکہ میں اس کو بہت زیادہ سمجھتا تھا، جب کہ عیسائیوں میں صرف اتوار کو کلیسہ جانے کا رواج تھا اور میں اس کا پانچ وقت کی نمازوں سے مقابلہ کرتا تھا)

مجھ کو مسلمانوں کے سلام کرنے، آپس میں مسکرا کر ملنے، مصافحہ و معانقہ کرنے اور گرمجوشی کے ساتھ ملنے پر بھی تعجب ہوتا تھا یہ وہ معاملات تھے اور اسی طرح کے دوسرے محبت کے مظاہر نے میرے اندر اسلام کی کشش پیدا کر دی

چھٹی لے کر میں فلپائن گیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں کلیسا اور انجیل کی تلاوت میں وہ کشش نہیں محسوس کرتا جو پہلے محسوس کرتا تھا، میں نے کلیسا جانا کم کر دیا اس لیے کہ نصرانی شعائر کے سلسلے میں جو تشریحات کی جاتی تھیں ان سے میں متفق نہیں ہوتا تھا، سعودیہ میں میرے قیام اور مسلمانوں سے قریب رہنے کی وجہ سے میں اسلام سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا تھا۔

ایک دن میں اور میری اہلیہ اپنے اس گھر میں تھے جو آبادی سے بہت دور تھا ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ہم نے عجیب و غریب آواز سنی، دروازے ہلنے لگے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کھڑکیاں ٹوٹ جائیں گی، ہمیں مکان میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، یہ بہت ہی سخت لمحات تھے ہم نے اپنے اندر خوف و گھبراہٹ اور رعب کے ملے جلے جذبات محسوس کئے، ہم کو محسوس ہوا کہ جیسے جن یا بھوت ہیں۔

میری زبان پر بلا ارادہ (أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) جاری ہو گیا۔ اور پوری سورہ فاتحہ بغیر ارادہ کے پڑھ ڈالی اس لیے کہ میں نے یہ سورۃ چینل نمبر ۲ پر سن کر یاد کر لی تھی۔

اس عظیم سورۃ کے پڑھنے کے چند ہی لمحات گزرے ہوں گے کہ آوازیں آنا بند ہو گئیں نفس مطمئن ہو گیا، اور ہم نے راحت و

باقی ص ۱۰ پر

مطالعہ میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

نام کتاب :- "نباتات قرآن، ایک سائنسی جائزہ"

مصنف :- ڈاکٹر محمد اقتدار حسین صاحب فاروقی
اسسٹنٹ ڈائرکٹر نیشنل بوٹنیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ۔

سائز :- ۲۲×۱۸/۸، صفحات مع کور ۲۲۸

کتابت، طباعت، کاغذ :- معیاری

قیمت غیر مجلد :- ۸۰ روپیہ

مجلد :- ۱۰۰ روپیہ

پتہ :- سدرہ پبلشرز، نعمت اللہ بلڈنگ، نعمت اللہ روڈ، امین آباد لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

جیسا کہ مصنف کتاب کے مذکورہ منصب سے ظاہر ہے کہ وہ ایک سائنس داں ہیں اور پودوں پر کیمیاوی تحقیق ان کا خاص موضوع ہے، حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کتاب کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں کہ: "میں نے کتاب کے کچھ حصوں کو قدرے تفصیل سے دیکھا اور میں نے اس کام کو بہت مفید اور قیمتی پایا، مجھے امید ہے کہ علوم قرآنی کے باب میں یہ کتاب ایک مفید اضافہ ثابت ہوگی"۔

ڈاکٹر پی دی ساڈ ڈائرکٹر نیشنل بوٹنیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ کتاب کے تعارف میں فرماتے ہیں: "یہ کتاب کئی اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں مقدس قرآن میں بیان کئے گئے سارے پودوں پر تاریخی اور سائنسی زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ان نباتات کی طبی، کیمیاوی خصوصیات نیز معاشی اہمیت پر اظہار خیال کیا گیا ہے"

اس کتاب میں درج ذیل قرآنی اشیاء پر ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیقات سپرد قلم فرمائی ہیں۔ مَنّ، کھجور، زیتون، انگور، انار، انجیر، سدرہ، تھاؤ، شجرہ مسواک، حنا یا کافور، ادرک، مسور، پیاز، لہسن ککڑی، ببول عرب، لوکی، رائی، ریحان، زقوم، خبیث طوبیٰ، شجر ثمر، برگ، اناج، زراعت، چارہ، ترکاری افزائش نباتات، گلاب، رال، تیل۔

کتاب کے اکثر مندرجات لکھنؤ کے مشہور اردو اخبار "قومی آواز" میں شائع ہو چکے ہیں قرآن مجید میں جن جن نباتات کا ذکر آیا ہے ان کو ایک جگہ جمع کر دینا بھی ایک قرآنی خدمت ہے، ڈاکٹر صاحب نے ان سارے پودوں کی طبی خصوصیات اور کیمیاوی تجزیات تحریر فرما کر قرآنی علوم سے دلچسپی رکھنے والوں پر مزید احسان فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایسے اسم پر بھی تحقیق فرمائی ہے، جو بظاہر نبات نہیں معلوم ہوتا جیسے مَنّ، اور ایسے نام پر بھی بحث کی ہے جو ہر نبات پر منطبق ہوتا ہے جیسے شجر، اور ایسے اسماء پر بھی گفتگو فرمائی ہے جو کسی شجر سے حاصل ہوتے ہیں جیسے ثمر، برگ، اناج، چارہ، ترکاری، رال، تیل اور ایسے اسماء کو بھی عنوان بنایا ہے جن کو عمل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جیسے زراعت اور افزائش نباتات۔

"مَنّ" کی تحقیق میں ڈاکٹر صاحب نے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ وہ ایک نباتی شئی ہے جس سے ترشح ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل پر نازل ہونے سے پہلے بھی تھی اور بعد میں بھی، اسی طرح "سلویٰ" کو بٹیر کہتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ جغرافیائی اعتبار سے وہ بٹیروں کی رہائش کا علاقہ تھا، حقیقت جو بھی ہو اس وضاحت کو تسلیم کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ دعا اور اس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم کا عقیدہ و تخیل متاثر ہوتا ہے واللہ اعلم۔

مَنّ کی وجہ تسمیہ میں جو من یعنی کیا کہا گیا ہے وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ سدرہ کی تحقیق میں پھل والی بیری سے ہٹ کر وہ ارز الرب، ارز البنان یا شجرۃ اللہ نام کا درخت ثابت کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "سدر مخضود و طلح منضود" دونوں درخت پھل والے نہیں، جنت کو خوش منظر بنانے کے لئے ہیں، اس عجیب تحقیق سے متفق نہیں ہو سکتا۔ طلح سے وہ ایک خاص ببول مراد لیتے ہیں اور ببول عرب سے تعبیر کرتے ہیں خوشبودار پھول جو جسامت میں بھر کم اور کانٹے والا ہوتا ہے جب کہ مفسرین نے طلح منضود سے تہہ بر تہہ کیلے مراد لئے ہیں، بعض اقوال مذکورہ درخت کے بھی ہیں .....

..... سورہ سبا میں قوم سبا پر آئے عذاب کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دو باغوں کے بدلے میں دوسرے دو باغ دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل، جھاؤ کے درخت اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ ظاہر ہے یہ تبدیلی سزا کے طور پر تھی، یہ نباتات سیلاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اگا دی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ سدرے مراد مذکورہ بالا شجرۃ اللہ نامی درخت تھے جو سیلاب میں خراب نہیں ہوتے، ڈاکٹر صاحب کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ سزا کے طور پر اچھے پھل

کے بجائے جھڑ بیریاں دی گئیں وہ بھی قلیل۔

اسی طرح کافور کی تحقیق میں ڈاکٹر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ وہ کطر یجاء آریجان کی تحقیق میں ڈاکٹر صاحب صرف خوشبودار پودا اور اس کے پھول لئے ہیں جب کہ ریحان بمعنی غذا بھی آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ورقہ، ثمرہ اور فاکہہ پر گفتگو فرمائی مگر سنبلہ پر گفتگو رہ گئی۔

ہر نبات کے بیان کے آخر میں اس سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث درج کی گئی ہیں نیز بائبل کے حوالے بھی لکھے گئے ہیں۔

غرض کہ کتاب جہاں علوم قرآن میں ایک اضافہ ہے وہیں مفسرین کی توجہ اور ان کی آراء کی طالب بھی ہے۔

کتاب میں کتابت وطباعت کی غلطیاں برائے نام ہیں۔

کتاب PLANTS OF QURAAN نام سے انگریزی میں بھی چھپ چکی ہے۔

نام کتاب:- اسلام اور مشیات

مصنف:- جناب ڈاکٹر عبدالوحید صاحب

سائز:- ۲۲×۱۸/۸، صفحات مع کور: ۲۵۴

کتابت، طباعت اور کاغذ:- مناسب

قیمت:- ۷۵ روپیہ

ملنے کا پتہ:- مکتبہ اسلامی، ۳۱ سی محمد علی روڈ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

نشہ خوری کا فساد اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس پر کنٹرول کیا جانا قابو سے باہر ہے دنیا بھر کے حکیم ڈاکٹر اس کے مضر اثرات پر متفق اور اس کو روکنے پر مصر ہیں، تمام اصلاحی تنظیمیں بلکہ حکومتیں اس کے ختم کرنے میں کوشاں ہیں اس کے باوجود مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

رد کی ہیں، اس سلسلہ میں دینی حیثیت سے ہر کوشش ثواب کا باعث ہے، یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کارآمد کوشش ہے۔ جس میں سب سے پہلے تقلید یورپ پر گفتگو کی گئی ہے پھر منشیات کے تاریخی پس منظر کا بیان ہے، پھر منشیات کے عام استعمال، اس کے معاشرتی اسباب اور اس سے پیدا شدہ معاشرتی پیچیدگیاں، اس سے پیدا ہونے والے امراض، منشیات کے نتیجہ میں ہونے والے حادثات اور بچوں اور نوجوانوں میں منشیات کی بڑھتی ہوئی عادات کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

آخری باب "اسلام کا فلسفۂ اخلاق" کے تحت مختلف عناوین پر بڑے کارآمد بیانات ہیں، جس میں "سیرۃ النبی" (مولفہ سید سلیمان ندوی) اور "آداب زندگی" (مولفہ محمد یوسف اصلاحی) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

نشہ خوری سے باز رکھنے کے لئے نشہ خوروں کے لئے اور منشیات کو روکنے کا کام کرنے والے مصلحین کے لئے کارآمد کتاب ہے۔

مختصر
عالمی خبریں
محمد عاشق ندوی
• سعودی عرب کی سول سروس بیورو کے ڈائرکٹر نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ ملک میں مقامی آبادی کو روزگار دلانے کے ایک خصوصی پروگرام کے تحت آئندہ پانچ برسوں میں سات لاکھ سعودی طلبہ کو ملازمت فراہم کردی گئی۔ سعودی عرب کی وزارت محنت اور امور سعودی طلبہ کے نگراں ادارہ نے سعودی کمپنیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ آئندہ پانچ سال میں ۵ فیصد افراد کا اضافہ کریں۔ غیر ملکی کے مقابلہ میں مقامی لوگوں کو روزگار فراہم کرنے میں کم مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔
• بنگلہ دیش کے وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے کہ ۱۹۹۸ء میں ڈھاکہ میں ۱۴ ویں اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ ڈھاکہ میں ۱۹۷۴ء میں دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔
• ڈنمارک کی ریپورٹ کے مطابق مغرب میں اسلام عیسائیت کے بعد دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے اور یہ تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے حالانکہ پوری طرح سے اسلامی اقدار کو مغربی ثقافت کی یلغار کا سامنا ہے اور ان کے درمیان ایک جنگ جاری ہے۔ ان سب کے باوجود اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ہر سال ۱۷ فیصد ہے۔
• طلبہ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کریں گے جب کہ سعودی عرب کے شرقی صوبوں میں سعودی شہریوں کو نجی شعبے میں روزگار فراہم کرنے کی ایک اسکیم پر عمل درآمد کے دوران مذکورہ بالا رپورٹ میں بتایا گیا کہ کئی اعتدال پسند اسلامی ممالک خصوصاً ترکی میں اب دین اسلام کا چلن کافی ہے۔ ۲۰ سال قبل درمیانی طبقہ کی چند خواتین برقع اور اسکارف استعمال کرتی تھیں مگر اب ان کی اکثریت اسلامی لباس پہننے میں فخر محسوس کرتی ہے۔
• انگلینڈ سابق عالمی باکسنگ آرگنائزیشن کے مڈل ویٹ کرس یونک نے اسلام قبول کرلیا ہے اور نیا اسلامی نام حمدان یونک رکھا ہے انھوں نے حال ہی میں دوبئی میں کولمبیا کے باکسر کو چوتھے راؤنڈ میں شکست دینے کے بعد اعلان کیا تھا کہ وہ اسلام قبول کرنے والے ہیں اس اعلان کے دو روز بعد حمدان نے شارجہ میں منعقد ایک تقریب میں اسلام قبول کرلیا انھوں نے بتایا کہ ان کے تین بھائی بیوی اور بچے بھی اسلام قبول کرلیں گے، وہ برطانیہ اور بعض دوسرے یورپی ممالک میں مساجد تعمیر کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔
• آذر بائیجان کے دارالخلافہ باکو میں جامعہ ازہر کے تعاون سے ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔ ابتدا میں اسلامی انسٹی ٹیوٹ کی شکل میں [illegible] تعلیمی مرکز کی حیثیت رکھے حامل ہوگی۔ یہاں سے علماء کرام اور ائمہ کی تیار کی جائے گی جو مقامی ہزاروں مساجد کی ضرورت پوری کرسکے۔
• [illegible] کے فریم مشہور عطر فروش کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ قسم کا عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو مقبول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیویٹ لمیٹڈ) قنوج
تعمیر حیات
پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔